اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قارئین حضرات! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہندوستان میں مخالفین اسلام کی طرف سے مسلمانوں پر آج جس طرح چوطرفہ حملہ ہورہا ہے اوراس کے خلاف جس منظّم سازش کے تحت پروگرام مرتب ہورہے ہیں اگر ابھی بھی مسلمانوں نے ہوش اورشعور سے کام نہ لیا تو یقیناً آئندہ ایک نامعلوم پستی کی گہرائی میں سماجائیں گےاوراس کے ذمہ دار مسلمان تو کم ،مسلمانوں کے قائد اوررہنما زیادہ ذمہ دار ہوں گے۔ کہیں قرآن پاک کی آیات میں ترمیم کا مطالبہ کیا جارہا ہے تو کہیں دوفرقوں میں تصادم،کہیں فرقہ وارانہ فسادات کراکر فساد کے ذمہ داروں کی پیٹھ تھپتھپائی جارہی ہے تو کہیں تعلیمی اداروں کو دہشت گردی کی یونیورسٹی کہہ کر اس کے خلاف نفرت کو ہوادی جارہی ہے۔ یہ واقعات کوئی معمولی نہیں ہیں۔ اگرغور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آج مسلمان جس دہانے پر پہنچ چکا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے رہنماؤں نے قرآن کی صحیح تصویر غیروں کے سامنے پیش نہیں کی ،اور نہ ہی انہیں مطمئن کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ غیروں نے ہمیں ہمیشہ مشکوک نگاہوں سے دیکھا اور وہ ہمیشہ اپنا دشمن ہی سمجھتے رہے اور ہمارے خلاف منظّم اورناپاک سازش رچتے رہےاوررچ رہے ہیں۔ اس کا سب سے بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ہم آپس میں متحد نہیں۔ ایک دوسرے پر کفرو ارتداد کے فتوے داغتے رہتے ہیں۔ہم ایک دوسرے کو اپنا ایسا سخت دشمن سمجھتے ہیں کہ ایک ساتھ کھانا، پینا، اٹھنا بیٹھنا تو درکنار ایک دوسرے سے سلام وکلام کو بھی معیوب وحرام سمجھتے ہیں۔ آپ اپنے ملک کو ہی لے لیجئے اس ملک میں کہیں کوئی بریلوی ہے تو کہیں کوئی دیوبندی، کوئی اہل حدیث ہے تو کوئی جماعت اسلامی، کوئی قادیانی ہے تو کوئی وہابی ہے تو کوئی شیعہ۔ ہر ایک کا اپنا الگ الگ رہنما اور پلیٹ فارم ہے۔ سبھی اپنی سیادت اور چودھراہٹ کو چمکانے میں مست اورروزی روٹی میں مگن۔

ان جماعت کے رہنماؤں اورٹھیکداروں نے کبھی یہ زحمت نہیں کی کہ بنام ''مسلم'' ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوکر اسلام پر آرہی آنچ اور مسلمانوں کے خلاف ہورہی سازش اورظلم واستبداد کے خلاف گفت وشنید کرکے ایک ایسا لائحہ عمل مرتب کریں جس سے مسلمانوں کی طاقت وقوت مجتمع ہو۔ اور مسلمانوں کے تئیں غیروں کی منافرت کو ختم کرنے کا کوئی طریق ڈھونڈیں۔ جولوگ ''کفر اور جہاد'' کو موضوع سخن بناکر اسلام اور مسلمانوں کے تعلیمی اداروں کو ہدف بنارہے ہیں۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کو کفر اور جہاد کا صحیح مطلب اوراس کی صحیح تفسیر پیش کرکے ان کے دلوں کو مطمئن کیا جائے اور ان کے دلوں سے کدورت کو ختم کیا جائے۔ یہ کدورت اورمنافرت اس وقت تک دور نہیں ہوسکتی جب تک کہ انہیں کفر اور جہاد کا صحیح مفہوم نہ بتادیا جائے۔ ان نازک حالات میں مسلم قائدین، رہنماؤں اور علماء حضرات کو چاہئے کہ اس جانب توجہ دے کر مسلمانوں پر آرہے آفات ومصائب کا سختی کے ساتھ سدباب کریں۔

اس کے لئے سب سے پہلے مسلم قائدین اورعلماء حضرات آپسی چپقلش کو ختم کریں، اورکفرسازی کے دفتر کو بند کرکے ہر کلمہ گو کو مسلمان اورانہیں اپنا دینی بھائی سمجھیں۔ تمام مسلکی وفروعی نزاعات سے بالاتر ہوکر ایک متحدہ پلیٹ فارم پر آجائیں۔ چونکہ مذہب اسلام میں فرقہ بندی نام کی کوئی چیز ہے ہی نہیں۔ آج ہماری زبوں حالی کا بنیادی سبب یہی ہے کہ ہم نے معمولی اورفروعی اختلافات میں پڑکر امت مسلمہ کو مختلف گروہوں میں بانٹ دیا ہے۔جس کی وجہ سے امت مسلمہ پوری طرح منتشر ہوگئی ہے۔ جس کا خمیازہ آج پورا عالم اسلام بھگت رہا ہے۔ لہذا امت کے اس انتشار کو ختم کرنا مسلم قائدین خصوصاً علماء حضرات کی ملّی ذمہ داری ہے۔

خدا کے فضل سے جب سے جماعت احمدیہ کا قیام عمل میں آیا ہے اس وقت سے لے کر آج تک احمدیہ انجمن اشاعت اسلام اسی راہ پر گامزن ہے اوراس کے ممبران دنیا کے کونے کونے اور چپہ چپہ میں انہیں مقاصد کے حصول میں سرگرم عمل ہیں۔

کیا برادران اسلام اس طرف توجہ کرکے اورخدارا ہمارے ساتھ مل کرکام کرنے کی زحمت گوارہ کریں گے۔

☆☆☆

خواجہ کمال الدینؒ

اسلام کیا ہے؟

(حقیقت کے آئینہ میں)

اسلام یعنی کامل فرمانبرداری جس سے مراد یہ ہے کہ ہم اپنے طریق عمل زندگی میں خالص الٰہی حکومت کے ماتحت آجائیں اور اپنے خیالات، میلان طبع اور محاکموں کو چھوڑ کر ان قوانین کی کامل اطاعت کریں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے انسان پر الہام ہوئے۔ یہ ایک ایسا مذہب ہے کہ جس کا اطلاق ہر ایسے مذہب پر ہو سکتا ہے جو مقدس معلمین نے مختلف زمانوں اور ملکوں میں خدائے تعالیٰ سے الہام پا کر تعلیم دیا چنانچہ اس امر میں قرآن کریم فرماتا ہے: قولوا اٰمنّا با اللّٰہ و ما انزل الینا وما انزل الی ابرا ھیم واسمٰعیل واسحا ق ویعقوب و الا سبا ط وما او تی مو سیٰ وعیسیٰ وما اوتی النبیو ن من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہٗ مسلمو ن (البقرہ ۱۳۶) کہو ہم ایمان لائے خدا پر اور اس چیز پر جو ہم پر نازل ہوئی اور ایسا ہی جو ابرھیمؑ، اسمٰعیلؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ اور ان کی اولاد پر نازل ہوئی۔ ایسا ہی ہم ان کو بھی مانتے ہیں جو موسیٰؑ وعیسیٰؑ اور دنیا کے تمام نبیوں کو دیا گیا۔ ہم ان سب انبیاء کو قبول کرتے ہیں اور ان میں کوئی فرق اور تمیز نہیں کرتے۔

قرآن مجید کے نازل ہونے سے پہلے جہاں ہر ایک قوم اپنے اپنے مذہب کو ربّانی چشمہ سے نکلا ہوا مانتی تھی وہاں انہوں نے دوسرے مذاہب کو یہ عزت دینے سے انکار کیا۔ جس سے لوگوں میں نخوت تکبر اور حقارت کے خیالات پیدا ہو گئے اور خدا تعالیٰ کے کنبہ میں سخت اختلاف اور عداوت بڑھی کسی شخص نے بھی ایک لحہ کے لئے ان ربّانی اخلاق پر غور نہیں کیا۔ جن کا مشاہدہ ہم روزانہ اس کی قدرت کے کارخانہ میں کرتے ہیں۔ وہ خدائے تعالیٰ جس نے جسمانی پرورش کے اسباب بہم پہنچانے میں کل نسل انسان پر یکساں مہربانی کی ممکن نہ تھا کہ وہ ان انعامات کے عطا فرمانے میں کسی قوم کی طرف داری یا رعایت کرتا جن پر ہماری روحانی ترقی منحصر تھی۔ کیا اس کا سورج اس کا چاند اس کے ستارے اور اس کا کل نظام شمسی کل بنی نوع انسانی کا یکساں طور پر خادم نہیں؟ اگر نسل انسانی کی کوئی شاخ پانی، زمین، ہوا اور ایسا ہی دیگر مظاہر قدرت کے فوائد سے محروم نہیں کی گئی تو کیوں خدائے تعالیٰ کی غیر طرفدارانہ اور عامہ ربوبیت پر معاملات الہام میں ایمان نہیں لایا جاتا حالانکہ الہام ہی انسانی قویٰ کی نشو و نما کے لئے ضروری اور از بس مفید ہے۔ دراصل دنیا نے ربوبیت الٰہی کا ایک غلط مفہوم قائم کر رکھا تھا اور انسانی اخوت عامہ کے قیام کے خلاف یہ ایک خطرناک غلطی تھی جس میں قوموں کی قومیں صدیوں تک پڑی رہیں حتیٰ کہ خدا کا آخری کلام نازل ہوا۔ جس نے پہلے ہی فقرہ میں اس غلط اور طرفدارانہ مفہوم ربوبیت کا بطلان کیا۔ قرآن کریم ذیل کے الفاظ سے شروع ہوا:۔ الحمد للّٰہ رب العا لمین

تمام حمد وستائش اسی اللہ کے لئے ہے جو ہندستان یا عرب یا ایران یا شام کا ہی رب نہیں بلکہ وہ کل عالموں کا رب ہے جس نے جس طرح تمام انسانوں کو جسمانی نشو و نما کے ذرائع عطا فرمائے ہیں ویسے ہی اس نے یکساں طور پر سب کی روحانی آبیاری کی۔ اس وسیع دل کے عقیدہ نے جو قرآن میں تعلیم ہوا از سر نو انسانوں میں اخوت اور یگانگت کی روح پھونک دی۔ اور اس تنگ دلی کا قلع قمع کیا۔ جس نے انسانی سوسائٹی کے ڈھانچے کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے خدائے تعالیٰ کے کنبہ میں بھائی سے بھائی کو جدا کر رکھا تھا۔

لہٰذا قرآن کریم کی یہ فیاضانہ تعلیم اگر میرے دل میں جناب موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے لئے محبت اور عزّت کے خیالات پیدا کرتی ہے تو وہی تعلیم مجھے اس بات پر بھی مجبور کرتی ہے کہ میں عزت اور محبت کے ساتھ شری رام چندر جی مہاراج، کرشن جی مہاراج اور عارف بدھ کو دیکھوں۔ اگر قرآن کے علاوہ میں بائبل کو اصلی صورت میں کلام ربّانی سمجھتا ہوں تو میں ہندو بھائیوں کے ساتھ گیتا اور ہندوستان کے دیگر مقدس نوشتوں کو بھی اپنی جائداد مشترکہ قرار دیتا ہوں۔

الغرض قرآن کریم کی تعلیم کے ماتحت اسلام ہر ایک مذہب یا عقیدہ کا نام ہے جسے مختلف ممالک اور اقوام میں وقتاً فوقتاً ربانی ملہمین نے تعلیم دی۔ یہ تمام کے تمام مذاہب ایک ربانی سرچشمہ سے نکل کر ایک ہی قسم کی صداقت دنیا میں لائے۔ لیکن امتداد زمانہ اور ایسا ہی پرانے وقتوں میں ان مناسب اسباب کے نہ ہونے سے جن سے تعلیم اپنی اصلی شکل میں محفوظ رہ سکتی ہو تحریف و تبدیل اور غلط تعبیر کے موقعہ پیدا کر دئے۔ اسی طرح وہ زبانیں جن میں قدیمی مقدس صحیفے نازل ہوئے متروک ہوگئیں جس سے آنے والی نسلوں کو ان پاک الفاظ کے حقیقی معانی تک پہنچنا مشکل ہی نہیں بلکہ محال ہو گیا۔ علاوہ ازیں اگر ایک طرف انسانی قویٰ نے ترقی کی تو دوسری طرف گناہ اور بدی نے پیچیدہ شکل اختیار کی جو زمینی تہذیب کا لازمی نتیجہ تھا۔ یہ باتیں نئی تعلیم کو چاہتی تھیں۔ چنانچہ اس ضرورت حقہ کے رفع کرنے کے لئے انبیاء یکے بعد دیگرے تشریف لائے، جنہوں نے نہ صرف انہی صداقتوں کی تجدید کی جو پہلے الہام ہو چکی تھیں۔ بلکہ ضرورت زمانہ کے مناسب حال ان پر مناسب ایزادیں بھی کیں۔ ان وقتوں میں نسل انسانی کی مختلف شاخیں ایک دوسرے سے دور دور آباد تھیں اور قدرتی سدراہوں نے ان کو ایک دوسرے سے جدا کر رکھا تھا۔ آپس میں میل جول اور آمدورفت کے ذرائع بھی محدود تھے۔ ایسے وقت میں ہر ایک قوم کو ایک الگ نبی کی ضرورت تھی جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا ہے:۔

وان من امۃ الاخلا فیھا نذیر

کوئی قوم ایسی نہیں کہ جس میں کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو۔ اگر ہندوستان میں ویدک رشی آئے اور ان کے بعد کرشن رام چندر، گوتم بدھ مبعوث ہوئے تو چین نے اپنا معلم کنفیوشس کی صورت میں دیکھا۔ اگر زرتشت نے آتش روحانیت ایران میں سلگائی تو وادی دریائے یردن اس ربانی ندی سے سیراب کی گئی جو زیتونی پہاڑ سے اتری۔ چنانچہ جب کبھی اور جہاں کہیں بدی پھیلی اور انسان گمراہ ہوئے۔ خدائے تعالیٰ کی طرف سے ملہمین اس قدیمی مذہب اسلام کی تجدید کے لئے آئے۔ حتیٰ کہ زمانہ نے ایک نئے انقلاب کو دیکھا۔ جب یک لخت دنیا کے تمام گوشوں میں الٰہی قوانین سے انحراف کیا گیا اور ایک ہی وقت تمام روئے زمین پر ربانی حدود توڑے گئے ہر ایک ملک اور قوم نے کامل ضلالت اور اخلاقی گمراہی کو دیکھا، نیکی کالعدم ہو گئی۔ اور ایسا نظر آنے لگا کہ گویا یہ خدائے تعالیٰ نے زمین کو چھوڑ دیا ہے۔ اور شیطان اپنی جہنمی سلطنت کو قائم کر رہا ہے۔ کوئی مورخ تاریخ زمانہ میں چھٹی صدی مسیح سے بدتر زمانہ نہیں دکھلا سکتا۔ جب انسانی سوسائٹی، روحانی اور اخلاقی پستی کے ادنیٰ سے ادنیٰ نقطہ پر پہنچی ہوئی تھی۔ اب اگر صحیفۂ قدرت میں ہر ایک تاریکی کے بعد روشنی اور ہر امساک باراں کے بعد بارش لازمی ہے۔ اگر پیغمبران زمانہ ایسے ہی وقتوں میں آتے ہیں جب ظلمت و گمرہی کمال کو پہنچی ہوئی ہوتی ہے۔ اگر ہندوستان میں وشنو کے اوتار آسمان سے اسی وقت نازل ہوتے ہیں جب دھرتی زیادہ تر پاپوں کا بوجھ نہیں اٹھا سکتی اور اگر کرشن بھگوان اپنے الفاظ مندرجہ گیتا کے پورا کرنے کے لئے ادھرمی زمانہ میں تشریف لایا کرتے ہیں تو چھٹی صدی مسیحی بڑے سے بڑا وقت ان صداقتوں کے پورا ہونے کا تھا۔ حالات زمانہ اس امر کے متقاضی تھے کہ یا مختلف ممالک میں مختلف پیغمبر پیدا ہوں یا ایک زبردست انسان پیدا ہو جو کل روئے زمین پر اسی قدیمی پراچین مذہب اسلام کو کامل صورت میں قائم کر دے۔ لیکن تاریخ زمانہ نے ایک نئی صورت اختیار کر لی تھی۔ ایسے حالات پیدا ہو گئے تھے جنہوں نے دنیا کی مختلف اقوام میں آمد و رفت اور میل جول کے ذرائع آسان کر دئے۔ انسانی سوسائٹی کے مختلف اعضاء و جوارح جنہیں قدرتی اور مصنوعی رکاوٹوں نے ایک دوسرے سے جدا کر رکھا تھا وہ عنقریب باہم ترکیب پا کر ایک ہونے والے تھے وقت قریب تھا کہ جب یہ بڑی اور وسیع دنیا ایک ملک کے رنگ میں آ جائے جس میں ممالک دنیا بمنزلہ شہر اور شہر بمنزلہ محلوں کے ہو جاویں، مختلف قوموں اور مذاہب کے افراد باہمی اختلاط وارتباط کے آستانہ پر کھڑے تھے۔ کل افراد عالم کے اس میل جول پر مختلف قوموں کو مختلف تعلیم دینا ایک کامل بدنظمی اور خطرناک اختلاف کو پیدا کرنا تھا۔ لہٰذا حکمت بالغہ نے یہی پسند کیا کہ ایسے وقت میں وہ آخری نبی کو اس جگہ مبعوث کرے جو معلومہ دنیا کے مرکز میں ہو۔ چنانچہ نبی آخرالزماں نے عرب میں پیدا ہو کر اسی قدیمی اسلام کی تعلیم کی جو دوسروں نے اس سے پہلے تعلیم کیا تھا وہ ایک کتاب لایا جس میں قدیمی صداقتوں کو انسانی آمیزش سے پاک کر کے جمع کیا گیا اور اس پر دیگر امور ضروریہ ایزاد کئے گئے جیسے قرآن شریف نے فرمایا:۔

صحفا مطھرۃ. فیھا کتب قیمہ. مافرطنافی الکتب من شئی

قرآن تو وہی پرانے صحیفے ہیں جنہیں انسانی آمیزش سے پاک کر دیا گیا ہے۔ ہاں اس میں جہاں صداقت ہائے مندرجہ کتب مقدسہ کو جمع کیا گیا ہے وہاں وہ تمام نئی باتیں بھی درج کر دی گئی ہیں جو تمام انسانی نشوونما کے لئے

ضروری تھیں۔ دراصل قرآن ازسرنو ان صداقتوں کو سکھلاتا ہے جو وید مقدس یا بائبل یا رام چندر یا بدھ اور دیگر انبیاء کے ملفوظات میں تھیں اور ان پر کثرت سے ان باتوں کو ایزاد کرتا ہے جو ان پہلی تعلیموں میں موجود نہیں۔

یہ فیاضانہ تعلیم جس کے ماتحت ہم تمام مذاہب کو ربانی چشمہ سے نکلا ہوا مانتے ہیں۔ قرآن مجید نے اور ایسا ہی نبی کریم ﷺ نے صریح اور صاف الفاظ میں مسلمانوں کو تعلیم کی اور آپ کے بعد بھی وقتاً فوقتاً مسلمان علمائے ربانی یہ تعلیم دیتے رہے۔ لیکن صدیوں کے گزرنے سے اس وسعت قلبی کو پھر فراموش کر دیا اور تنگ ظرفی اور تنگدلی کی بیماری اور اہل مذاہب کی طرح ہم پر بھی اثر کرنے لگی۔ ہم نے بھی دیگر مذاہب کی خوبیوں سے انکار کرنا شروع کر دیا جس کے نتیجہ میں وہ کشیدگی پیدا ہوئی جس سے انسانوں میں تمام ہمدردانہ خیالات کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کشیدگی خیالات کا خصوصاً ہندوستان پر اثر ہوا جو تقریباً کل مذاہب کا گہوارہ ہے۔ مذہبی مباحثات، برے مذاق اور برے دل کے ساتھ خطرناک طور پر شروع ہو گئے۔ نکتہ چینی شعار دنیا ہو گیا اور مذاہب کے ان مقدس بانیوں کے متعلق جن کی عزت اور اطاعت دنیا کے کروڑہا انسان اس وقت بھی کر رہے ہیں نہایت بے رحمی سے گندی سے گندی بدزبانی کی گئی اور ان لوگوں کے ہاتھوں سے ان مقدس معلمان کی عزت پر بے حجابانہ حملہ کیا گیا جنہوں نے نہایت قلیل علمیت کے ساتھ اس ناپسندیدہ مذہبی تنقید کو بطور تجارت اختیار کیا۔ میں بلاخطرۂ اختلاف کہہ سکتا ہوں کہ مذہبی مباحثات کا یہ کینہ افزا طریق پولیٹیکل معاملات کے مقابل کہیں زیادہ اس جدائیگی کا ذمہ دار ہے جو اس ملک کے ہندو اور مسلمانوں میں پیدا ہو رہی ہے۔ مثال کے طور پر میں صوبہ پنجاب کی طرف اشارہ کر سکتا ہوں جو ان ناملائم مذہبی مناقشات کا مرکز بن رہا ہے۔ لیکن خدائے امن نے جو امن کو پسند کرتا ہے اور اپنی مخلوق میں امن دیکھنا چاہتا ہے ایسے وقت میں ہماری دست گیری کی۔ اس نے عین وسط پنجاب میں ایک مصلح اسلام بھیجا۔ جس نے حضرت محمد ﷺ کی غلامی کا دعویٰ کر کے ازسرنو اس مذہبی فیاضی اور طریق وسعت قلبی کی تجدید کی۔ جو اس کے مخدوم و مطاع نے آج سے تیرہ سو برس پہلے تعلیم کی تھی اس نے ہم میں پھر اس امر کا احساس پیدا کیا کہ ہم دنیا کے مقدس معلمین کی عظمت اور قدردانی کریں۔ اس نے ہر مذہب کی خوبیوں کا اعتراف کیا اور اس ملک کے متضاد عناصر میں اتفاق اور ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے وہ مسلمانوں کے لئے مہدی اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود اور ہندوؤں کے لئے کرشن ہو کر آیا۔ وہ لوگ جو ہندو مسلمانوں کے درمیان یگانگت اور ہمدردانہ خیالات پیدا کرنے میں دلچسپی رکھتے ہیں وہ اس سے بہتر کوئی اور صورت تجویز نہیں کر سکیں گے جو اس مصلح زمانہ حال نے اپنی آخری تحریر ”پیغام صلح“، میں لکھ دی جو آپ نے عین اس دن ہندو اصحاب کے لئے لکھا جس دن وہ بہشت بریں میں چلے گئے۔

اب میں پھر اپنے مضمون کی طرف آتا ہوں۔ یہ حقیقت ہے کہ اس عالمگیر مذہب کی جس کا نام اسلام ہے۔ جس کی آخری کتاب یعنی قرآن ہے اپنے اندر ان تمام صداقتوں کو جمع کیا جو وید میں بائبل میں اور دیگر کتب مقدسہ میں تھیں اور ان پر ان قوانین کو ایزاد کیا جو ایسے زمانہ کے مناسب حال ہوں جبکہ خدا کے کنبہ کے ان مختلف افراد کو جمع ہو جانا تھا جو قدیمہ کتب الہامی کے وقت ایک دوسرے سے جدا جدا رہتے تھے۔

قرآن میں وہ تمام قواعد و ضوابط ہیں جن کی متقاضی زندگی کی ضروریات مختلفہ تھیں۔ قرآن صرف چند اخلاقی جملوں کا مجموعہ نہیں نہ یہ چند رسموں کی کتاب ہے۔ اگر یہ ایک طرف ہم کو خدا کی صفات کاملہ کا پتہ دیتی ہے تو دوسری طرف ان عظیم الشان صداقتوں پر روشنی ڈالتی ہے جن میں ملائکہ الہام نبوت، قیامت، بہشت، دوزخ وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔ ایسا ہی یہ ان اصولوں کی رہنمائی کرتی ہے جو ہمیں پولیٹیکل سوشل اقتصادی اور معاشرت کے امور میں مدد دے سکیں تاکہ تمام نسل انسانی ان قوانین پر چل کر کمال حقیقی حاصل کرے۔ **قرآن**، نماز، روزہ اور قربانیوں تک ہی محدود نہیں بلکہ اس میں زندگی کا ایک کامل سے کامل ضابطہ ہے۔ ایک بادشاہ وقت کے لئے اگر اس میں قانون ہے جو اس نے امور ملکداری میں برتنا ہے تو ایسے ہی اس میں اطاعت فرمانروا کی ہدایات بھی ہیں خواہ وہ اپنی قوم سے ہو یا غیر قوم سے۔ اسی طرح ایک مقنن، ایک مدبر سلطنت۔ ایک جج ایک فوجی افسر ایک سوداگر ایک اہل حرفہ، ایک بیٹا، ایک باپ، ایک بھائی، ایک خاوند، ایک عورت، ایک ہمسایہ، ایک دوست، ایک دولت مند، ایک مفلس الغرض ہر ایک انسان ہر حیثیت اور ہر حالت میں ایسے اصول ہدایت اس کتاب میں دیکھے گا کہ جس پر چل کر وہ سوسائٹی کے لئے مفید ہو سکے۔ یہ مکمل تعلیم مجھے قرآن میں ہی ملی اور اس لئے ہم مسلمان ایمان رکھتے ہیں کہ اس قدیمی مذہب یعنی اسلام نے جسے پیغمبروں کی جماعت نے وقتاً فوقتاً تعلیم کیا اپنی مکمل صورت خدا کی اس کتاب میں پائی، جس کے بعد الہام شریعت بند ہو گیا جیسا کہ قرآن نے فرمایا:۔ الیوم اکملت لکم دینکم۔ آج ہم نے تمہارے لئے شریعت کو کامل کر دیا۔

☆☆☆

دُنیا کو سُکھ اور امن کیسے مل سکتا ہے؟

تقریر:۔ میاں نصیر احمد فاروقی صاحب

قلنا اھبطوا منھا جمیعاً ج فاما یاتینکم منّی ھدًی فمن تبع ھدٰی فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون o (البقرۃ آیت ۳۸) وقال اللّٰہ تعالیٰ:: واللّٰہ جعل لکم مما خلق ظلا لاً وجعل لکم من الجبال اکناناً و جعل لکم سرابیل تقیکم الحرو سرابیل تقیکم باسکم کذالک یتم نعمتہ علیکم لعلکم تسلمون فان تولوأ فانما علیکم البلٰغ المبین o یعرفون نعمت اللّٰہ ثم ینکرونھا واکثر ھم الکفرون o (النحل ۸۱تا۸۳)

ترجمہ: ''ہم نے کہا سب اس (حالت) سے نکل جاؤ۔ پھر اگر میری طرف سے تمہارے پاس کوئی ہدایت آئے تو جنہوں نے میری ہدایت کی پیروی کی سو نہ اُن کو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔'' اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا...... ''اللہ نے تمہارے لئے اُس سے جو پیدا کیا سائے بنائے اور تمہارے لئے پہاڑوں میں چھپنے کی جگہیں بنائیں۔ اور تمہارے لئے کپڑے بنائے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں۔ اور ایسے کپڑے جو تمہیں جنگ میں بچاتے ہیں۔ اسی طرح وہ تم پر اپنی نعمت کو پورا کرتا ہے تاکہ تم سلامتی میں داخل ہو جاؤ۔ پھر اگر وہ پھر جائیں تو تجھ پر صرف کھول کر پہنچا دینا ہے۔ اللہ کی نعمت کو پہچانتے ہیں پھر اس کا انکار کرتے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر کافر ہیں۔''

قرآنِ کریم کے منجانب اللہ ہونے کے بے شمار ثبوتوں میں سے یہ بھی ہے کہ آج دُنیا کے دو بڑے دکھوں کا حل سوائے اس پاک کتاب کے نہیں ملتا۔ آپ لوگوں میں سے جو نیک اور متقی ہیں اُن کو شاید اس بات کا پورا احساس نہ ہو مگر جو لوگ دُنیا کے حالات سے باخبر ہیں وہ بہرحال جانتے ہیں کہ دُنیا کو جو دُکھ لگے ہوئے ہیں ان میں سے ایک تو انسان کے دل کو چین اور سکھ نصیب نہ ہونا ہے۔ اور دُوسرے باہر بھی امن وسلامتی نہ ہونا بلکہ ہر آن ایک اور مہیب اور عالمگیر جنگ چھڑ جانے کا خطرہ ہے۔ قرآن حکیم تو ہدایت، حکمت اور نور کا ایک اتھاہ سمندر ہے۔ اس میں سے چند قطرے آج کے موضوع پر ہماری راہنمائی کے لئے کافی ہیں۔

دل کا چین اور سکھ:۔

دل کے چین اور سُکھ کے بغیر انسان کبھی خوش نہیں رہ سکتا۔ خواہ اس کے پاس دُنیا کی ہر دوسری نعمت موجود ہو۔ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان کے بچّے کے دل میں بے فکری۔ حالتِ اطمینان اور بے خوفی ہوتی ہے۔ پھر وہ کیوں کھوئی جاتی ہے؟ اس کا جواب ہمیں حضرت آدمؑ اور حوّا کے ذکر میں ملتا ہے اُن کے بارے میں قرآن حکیم سے صاف ظاہر ہے کہ جس جنت میں انہیں پیدا کیا گیا تھا وہ اسی دُنیا کی جنت تھی جیسا کہ اُن کے ذکر کو شروع میں بیان فرمایا ان الفاظ سے کہ:۔

''واذقال ربک للملٰئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ.''

یعنی ''اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں۔'' مرنے کے بعد جو جنت ہے اُس میں سے تو کوئی نکالا جائے گا ہی نہیں جیسا کہ فرمایا:۔

لایمسھم فیھا نصب و ماھم منھا بمحزجین. (الحجر۔۴۸)

اور نہ وہاں (جنت میں) شیطان کا داخلہ ممکن ہوگا اور نہ اس میں (جنت) سے وہ نکالے جائیں گے، تو جس جنت میں حضرت آدمؑ اور حوّا کو رکھا گیا۔ وہ اس دُنیا کی ہی جنت تھی۔ اور وہ دل کی جنت تھی جیسا کہ ان الفاظ سے ظاہر ہے جو اسی رکوع کے اخیر میں فرمائے ہیں۔ ان لوگوں کے لئے جو اللہ تعالےٰ کی ہدایت کی پیروی کرتے ہیں۔ **فلا خوف علیھم ولا ھم**

یحزنون کہ اُن پر نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ خوف کسی بات سے پہلے دل میں ہوتا ہے اور غم اس بات کے واقع ہوجانے کے بعد۔ یہ دل کی جنت ہے۔ اور یہ کھوئی جاتی ہے **ابیٰ واستکبرا** (’’اُس نے انکار کیا اللہ تعالےٰ کا حکم ماننے سے اور تکبر کیا۔‘‘) کے جرم سے جو کہ شیطان نے کیا تھا اور جس سے آدمؑ اور حوّاؑ کو روکا گیا تھا۔ اور اسی خطرہ سے تمام نسلِ آدم کو متنبہ کیا گیا تھا کہ:۔

یٰبنیٓ آدم لایفتننّکم الشّیطٰن کما اخرج ابویکم مّن الجنّة (الاعراف۔۲۷) یعنی اے آدم کی اولاد شیطان تم کو دُکھ میں نہ ڈالے جس طرح اُس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکلوا دیا۔

تو ہر انسان کے بچہ کو جس معصومیت کی قلبی حالت میں پیدا کیا جاتا ہے اور جس میں اُسے نہ خوف ہوتا ہے نہ غم، اُس حالت سے انسان نکال دیا جاتا ہے جب وہ شیطان کے ورغلانے میں آکر اللہ تعالےٰ کے حکم ماننے سے انکار کر دیتا ہے جو زبانی ہو یا نہ ہو عملاً ضرور ہوتا ہے۔ اور ایسا انسان اپنی بڑائی کے خیال میں (جو کہ تکبّر ہے) یہ سوچتا ہے کہ میں جو چاہوں کروں مجھے کسی کی ہدایت کی ضرورت نہیں اور نہ میرے اُوپر کوئی پکڑ ہے۔ اس کے برخلاف جو لوگ اپنے اعمال کی اللہ تعالےٰ کے آگے جوابدہی سے ڈرتے ہیں اُن کو اس دُنیا میں دل کی جنت اور مرنے کے بعد آخرت کی ظاہری جنت ملتی ہے جیسے کہ فرمایا:۔

ولمن خاف مقام ربّہٖ جنّتٰن. (الرحمٰن۔۴۶)

’’اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے کا خوف رکھتا ہے اُس کے لئے دو جنتیں ہیں۔‘‘ چنانچہ جتنے متقی انسان ہوتے ہیں انہیں اسی دنیا میں دِل کی جنت نصیب ہوجاتی ہے۔ اور اسی دل کی جنت کو لے کر جب وہ آخرت میں جاتے ہیں تو وہاں آخرت کی ظاہری جنت بھی انہیں عطا ہوتی ہے۔

الغرض اس دُنیا میں دل کا چین اور سکھ نصیب نہیں ہوسکتا جب تک کہ انسان اللہ تعالےٰ کی ہدایت یعنی احکام کی پیروی نہ کرے۔ آج نسلِ انسانی نے جو دینی ہدایت اُس کے پاس تھی اُسے ردّ کر دیا اور اپنی من مانی کرتی ہے جو کہ ’’**ابیٰ واستکبر**‘‘ کی تفسیر ہے۔ اس لئے نسلِ انسانی آج دل کی جنت کو کھو بیٹھی ہے جیسا کہ آیت سے صاف ظاہر ہے جو اس خطبہ کے شروع میں ہے’’ **قلنا اھبطوا منھا جمیعا.**‘‘

یعنی ہم نے کہا کہ تم سب کے سب اس حالت (قلبی جنت) سے نکل جاؤ۔ اور اس کا علاج اگلے الفاظ میں فرمایا۔

’’فامایا تینّکم منّی ھدًی فمن تبع ھدای فلا خوفٌ علیھم ولا ھم یحزنون.‘‘

’’پس اگر میری طرف سے تمہیں ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی اتباع کرے گا تو انہیں نہ کوئی خوف باقی رہے گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔‘‘

یہی دل کی جنت ہے یہی وہ دل کا سکھ اور چین ہے جس کی تلاش میں دُنیا حیران و پریشان ہے۔ کئی تو ہپّی (HIPPIE) بن کر دُنیا میں سرگرداں پھر رہے ہیں اور کئی نشہ آور چیزیں کھا کر اپنے غم کو مٹا کرنا چاہتے ہیں۔ اسی لئے آج کل منشیات یعنی شراب کے علاوہ بھنگ اور چرس اور کوکین کھا کر بہت لوگ اپنی زندگیوں کو برباد کر رہے ہیں۔

اگر ان لوگوں نے اپنی دینی ہدایت کو ردّ کر دیا تو ظاہر ہے کہ وہ بگڑ کر اس قابل نہ رہی تھی کہ اس سائنس اور علم اور عقل کے زمانہ میں اُسے مانا جاتا۔ صرف ایک آسمانی ہدایت آج محفوظ ہے اور کامل ہے اور وہ قرآن کریم میں ہے۔ اسی لئے اس پاک کتاب پر عمل کرنے والے اس زمانہ میں بھی دوسروں سے بہتر ہیں۔

آج دل کا چین اور سکھ صرف قرآن پر عمل کرنے سے مل سکتا ہے۔ اور اس کی تبلیغ میں دُنیا اپنے دل کی بے چینی اور خوف واضطراب سے نجات پا سکتی ہے۔ جیسا کہ حضرت مجدّد زماں نے اللہ تعالےٰ کے حضور میں فرمایا:۔ ؎

ایک عالم مر رہا ہے تیرے پانی کے بغیر
پھیر دے اے میرے مولیٰ اس طرف دریا کی دھار

اہلِ مغرب کی حیرت انگیز ترقیات

اس زمانہ میں اہلِ مغرب نے جو دنیاوی ترقیات کی ہیں، وہ واقعی حیرت انگیز ہیں اور جس قدر دنیاوی علوم وسائنس اور ٹیکنالوجی کو انہوں نے ترقی دی ہے وہ انسانی تاریخ میں کبھی نہیں ہوئی تھی۔ علوم کی ترقیات کے ساتھ ساتھ لازماً اُن کی عقل، سمجھ بوجھ اور ہوشیاری بھی ہم سے زیادہ ہے مگر

باوجود علوم کی حیرت انگیز ترقیات کے اور عقل اور سمجھ بوجھ کی افراط کے دو باتوں میں حیرت انگیز طور پر ناکام ہوئے ہیں۔

الف: اُن کی اخلاقی حالت بہت گر گئی ہے دن بدن گرتی ہی جارہی ہے۔ علاوہ ہر قسم کی اخلاقی برائیوں کے خصوصاً (Sex) یعنی جنسی تعلقات کے بارے میں وہ شراب، بھنگ، چرس، کوکین اور دوسری منشیات میں مُبتلا ہو گئے ہیں۔ اس لئے کہ ان کو اطمینان قلب میّسر نہیں اور منشیات میں پڑ کر وہ اپنا غم مٹانا چاہتے ہیں۔ کیا وہ منشیات کی بُرائیوں کو نہیں جانتے؟ ضرور جانتے ہیں اور ہم سے بہتر جانتے ہیں مگر اپنے پیدا کردہ حالات سے مجبور ہیں۔

ب: عالمی امن کو جتنا اس زمانہ میں خطرہ ہے کبھی نہ تھا۔ دو عالمگیر جنگوں کی ہولناک تباہی اہل مغرب نے ہی زیادہ تر سہی ہے۔ اور ابھی مزید ہولناک جنگیں (جو ایٹم بموں اور ہائیڈروجن بموں کی وجہ سے ایسی تباہیاں لائیں گی اور خوفناک نتائج پیدا کریں گی کہ اُن کا خیال کر کے انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں) اُن کے سروں پر ہر آن منڈلا رہی ہیں۔ کیا مغرب کے انتہائی عقل منداور ہوش مند لوگ اِن خطرات اور ہولناک نتائج سے باخبر نہیں؟ ضرور باخبر ہیں۔ کیا وہ ان خوفناک جنگوں کو روکنے کے لئے کچھ نہیں کر رہے ہیں؟ ضرور کر رہے ہیں اور انتہائی کوشش کر رہے ہیں۔ مگر نہ تو پچھلی دو عالمگیر اور مہیب جنگوں کو اُن کی انتہائی کوشش روک سکی اور نہ اب تیسری جنگ عظیم کو روک سکتی ہے۔

تو معلوم ہوا کہ انسان کی علمی ترقیات اور دنیاوی ترقیات اُسے نہ تو اخلاقی برائیوں سے بچاسکتی ہیں اور نہ دل کا چین یا باہر کی امن وسلامتی جیسی نعمتیں عطا کر سکتی ہیں جن کے آگے تمام مادی فوائد ہیچ ہیں۔ تو یہ بیش بہا نعمتیں کہاں سے مل سکتی ہیں۔

وحی الٰہی

آدم اور حوا کے ذکر میں یہ آچکا ہے کہ دل کی جنت اور باہر کے خوف اور حُزن سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی ہدایت جو وحی الٰہی کے ذریعہ سے انسان کو ملتی ہے وہ ہی انسان کو دل کی تسکین اور باہر کی سلامتی جیسی نعمتیں عطا کر سکتی ہے بشرطیکہ انسان اس کی اتباع کرے۔ وحی الٰہی کی ہدایت لانے والے انبیاء اور اولیاء اللہ ہوتے ہیں۔ قرآن کریم کی ''سورۃ النحل'' کا مضمون خاص طور پر وحی الٰہی سے متعلق ہے۔ اٰیات کا ترجمہ ملاحظہ ہو!

''اور اللہ نے تمہارے لئے اس میں سے جو پیدا کیا (درختوں کے) سائے بنائے اور تمہارے لئے پہاڑوں میں چھپنے کی جگہیں بنائیں۔ اور تمہارے لئے کپڑے بنائے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں۔ اور ایسے کپڑے جو تمہیں جنگوں میں بچاتے ہیں۔ اور اسی طرح وہ تم پر اپنی نعمت کو پورا کرتا ہے تاکہ تم سلامتی میں داخل ہو جاؤ۔ پھر وہ اگر پھر جائیں تو تجھ پر صرف کھول کر پہنچا دینا ہے۔ اللہ کی نعمت کو پہچانتے ہیں پھر اس کا انکار کرتے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر کافر ہیں۔'' (آیات ۸۱ تا ۸۳)

ان آیات میں جو باتیں فرمائی ہیں ان کو مختصراً ملاحظہ ہو!

(۱) اللہ تعالیٰ نے خود درختوں کے سائے اور پہاڑوں میں غاروں کو بنایا ہے ان کا فائدہ اٹھا کر ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء نے جو نسلِ انسانی کی نجات کی خاطر گریہ وزاری کی تو انہیں وحی الٰہی سے اللہ تعالیٰ کی ہدایت ملی جس کو انہوں نے اپنی، اپنی قوموں کو پہنچایا۔

(۲) پھر فرمایا کہ:۔

''اللہ نے تمہارے لئے کپڑے بنائے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں اور ایسے کپڑے جو تمہیں جنگوں سے بچاتے ہیں۔''

دوسری جگہ قرآنِ کریم نے واضح فرمایا ہے کہ جس طرح ظاہر میں کپڑا انسان کے عیبوں کو چھپاتا ہے اور اُس کے لئے باعث زینت ہے اُسی طرح باطن میں تقویٰ کا لباس ہے جو انسان کے عیبوں کو ڈھانپتا ہے اور اس کے لئے باعثِ زینت ہوتا ہے۔ اور تقویٰ کا لباس ظاہری لباس سے بھی بہتر ہے جیسا کہ فرمایا:۔

یٰبنیٓ آدم قد انزلنا علیکم لباساً یّواری سواٰ تکم وریشاً ط ولباس التقوٰی ذالک خیر. (الاعراف۔۲۶)

تو وحی الٰہی ہی انسان کو تقویٰ کی راہیں بتاتی ہے جیسا کہ قرآنِ کریم کے آغاز میں فرمایا **ھدًی للمتقین** (البقرۃ۔آیت۲)

آج اگر اہلِ مغرب کو ضرورت ہے تو تقویٰ کے لباس کی تاکہ اُن کی

اخلاقی برائیاں دُور ہوں۔ اسی تقویٰ کے نہ ہونے سے وہ ظاہری لباس کو بھی ترک کر کے عُریانی کی طرف نکل گئے ہیں۔ قرآن حکیم بھی عجیب کتاب ہے۔ فرمایا: ''تمہارے لئے کپڑے بنائے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں۔'' اگر چہ کچھ حد تک گرمی سے بچاؤ بھی کپڑے سے ہوتا ہے مگر زیادہ تر کپڑے سردی سے بچاتے ہیں۔ اس لئے اس آیت مبارکہ میں صرف گرمی سے بچانے کے ذکر میں صاف اشارہ ہے کہ یہ تقویٰ کے لباس کا ذکر ہے۔ جو انسان کو جذبات اور خواہشات نفسانی کی گرمی سے بچاتا ہے، متقی انسان اُس آگ کی گرمی سے بچا رہتا ہے جو جذبات اور خواہشات نفسانی بھڑک کر انسان کے اندر جہنم کو تیار کر رہے ہوتے ہیں۔

(۳) پھر فرمایا کہ:۔

''وہ لباس بھی بنائے جو تمہیں جنگوں سے بچاتے ہیں۔''

یہ جنگیں بھی نہ صرف انسان کے اندر کی شیطان سے جنگ ہے بلکہ باہر کی جنگیں بھی ہیں۔ اگر لوگ متقی بن جائیں اور خدا سے خوف کریں تو باہر کی جنگیں کہاں ہوں؟ اگر دنیا میں تقویٰ نہیں پیدا ہوگا تو نہ صرف دنیا کو دل کا سکھ اور چین نصیب نہیں ہوگا بلکہ اخلاقی تنزّل اور جنگ وجدل بھی ختم نہ ہوں گے۔ تقویٰ کی تمام راہیں جو قرآن کریم نے بتائی ہیں وہ کسی اور الہامی کتاب میں آج موجود نہیں۔ اسی لئے قرآن پاک کو هدًى للمتقين بتایا کہ جو لوگ تقویٰ سیکھنا چاہیں اُن کے لئے مکمل ہدایت ہے۔ یاد رکھئے قرآن کریم ہی وہ واحد الہامی کتاب ہے جس نے دعویٰ کیا ہے کہ:۔

اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتى (المائدہ۔ آیت۳)

یعنی ''آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا۔''

(۴) ''سورہ نحل'' کی مذکورہ آیات بھی اس طرف اشارہ کرتی ہیں۔

''اسی طرح وہ تم پر اپنی نعمت کو پورا کرتا ہے۔ تاکہ تم سلامتی میں داخل ہو جاؤ۔'' قرآنِ کریم میں جس ہدایت کو پورا کیا گیا ہے اور تقویٰ کی باریک تر راہیں بھی بتائی گئی ہیں اسی پر عمل کر کے انسان دل کے اندر سلامتی اور امن پا سکتا ہے۔ اور باہر دنیا میں بھی سلامتی اور امن قائم ہو سکتا ہے۔

(۵) پھر فرمایا کہ:۔

''پھر اگر وہ پھر جائیں تو تجھ پر صرف کھول کر پہنچا دینا ہے۔''

ان پُرحکمت الفاظ میں فرمایا کہ اگر لوگ قرآن کو نہ بھی قبول کریں تو بھی تیرا کام صرف کھول کر پہنچا دینا ہے۔ یعنی قرآنِ حکیم کو پہنچانا حضور سرورِ کائنات صلعم کا کام ہے۔ اس لئے اگر آج ہم اسے کریں تو یہ حضور صلعم کا کام ہے جسے کرنے سے بڑھ کر کوئی سعادت اور خوش نصیبی نہیں ہو سکتی۔ ہاں ہمیں'' کھول کر پہنچانا'' چاہئے۔ یعنی قرآن کریم کے تراجم اور تفسیر کر کے دُنیا میں پہنچانا چاہئے۔

(۶) آخر میں فرمایا کہ:۔

''اللہ کی نعمت کو پہچانتے ہیں پھر اس کا انکار کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر کافر ہیں۔''

قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کی کیا نعمت ہے اسے خود اہلِ مغرب نے پہچانا بھی ہے۔ اس کی بے شمار مثالیں ہیں۔ مثلاً مشہور جرمن فلاسفر اور شاعر گوئٹے نے لکھا ہے کہ یہ وہ کتاب ہے کہ اگر انسان دل میں نفرت لے کر بھی اسے پڑھنا شروع کرے تو وہ اسے ختم نہیں کرتا مگر یہ کتاب اس کے دل میں انتہائی محبت پیدا کر دیتی ہے۔ تو کیا گوئٹے پھر مسلمان ہو گیا؟ نہیں مشہور مستند کتاب انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا نے قرآن کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کتاب کے ذریعہ محمد (صلعم) نے وہ کام کیا کہ آپؐ دُنیا کے تمام مصلحین میں کامیاب تر رہے۔ تو کیا پھر اس مضمون کو لکھنے والا مسلمان ہو گیا یا اس کو پڑھنے والے مسلمان ہو گئے جواب نہیں میں ملے گا۔

اس لئے سچ فرمایا کہ:۔

''اللہ کی نعمت کو پہچانتے بھی ہیں اور پھر اس کا انکار بھی کرتے ہیں۔''

اور اس کی وجہ بھی بتائی کہ اُن کے دل میں انکار کی عادت ہے یا اللہ تعالیٰ کی ناشکر گزاری جو کہ لفظ ''کفر'' کے دو معنی ہیں۔ مگر یہ تو آج کے حالات کی تصویر ہے۔

قرآن کریم بالآخر کامیاب ہوگا

دوسری جگہ قرآن کریم میں کئی جگہ فرمایا ہے کہ بالآخر اس کامل ہدایت کو دنیا کی اکثریت قبول کرے گی اور یہ کتاب دنیا میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کرے گی۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم کو دنیا کی نجات اور سلامتی کا سامان کرنے کی ہمیں توفیق بخشے۔ آمین۔

☆☆☆

تیسری قسط

رخصتی کے وقت حضرت ام المومنین سیّدہ عائشہؓ صدیقہؓ کی عمر

(ایک تحقیق و تجزیہ)

از : ابوطاہر عرفانی

سورۃ القمر اور سیدہ عائشہؓ کی عمر :

سید سلیمان ندویؒ کی تحریر کے مطابق صحیح بخاری کتاب التفسیر میں سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے لقد انزل علی محمد ﷺ بمکة وانی لجارية بل الساعة موعدهم والساعة ادهى امر (میں لڑکی تھی کہ مکہ میں آنحضرت ﷺ پر ''سورۃ القمر'' کی آیت بل الساعه نازل ہوئی)

اول تو اس روایت میں حضرت عائشہؓ نے اپنے آپ کو نزول آیت کے متعلق جاریہ (لڑکی) بتایا ہے اور لڑکی کہلانے کے لئے چھوٹی بچی ہونا ضروری نہیں۔ پھر تمام مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ ''سورۃ القمر'' بعثت نبوی سے چار پانچ سال بعد نازل ہوئی۔ حضرت عائشہؓ ان دنوں لڑکیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھیں آپ کو یہ معلوم تھا کہ یہ آیات آنحضرتؐ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں اور جیسا کہ سید سلیمان ندویؒ نے لکھا ہے کہ ''سات آٹھ سال کی عمر تک بچوں کو کسی بات کا مطلق ہوش نہیں ہوتا۔ اس لئے بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس وقت حضرت عائشہ کی عمر نو، دس سال تھی اور آپ کی پیدائش بعثت نبوی سے چار پانچ سال پہلے ہوئی تھی۔'' اگر سید صاحب کی یہ بات مان لی جائے کہ سیدہ عائشہؓ صدیقہ کی ولادت کی تاریخ نبوت کے پانچویں سال کا آخر حصہ ہوگا (ص ۲۱) یا یہ باور کرلیا جائے کہ حضرت عائشہؓ پیدا ہوئی تھیں تو نبوت کے چار سال گذر چکے تھے اور پانچواں سال گزر رہا تھا (ص ۲۱) تو اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی قبول کرنا ہوگی کہ نبوت کے پانچویں سال سورۃ القمر کے نزول کے وقت حضرت عائشہ صدیقہؓ زیادہ سے زیادہ چند ماہ کی تھیں اس لئے یا تو بخاری کی سورۃ القمر والی روایت درست نہیں یا جناب صدیقہ مطہرہ کی تاریخ پیدائش بعثت سے چار پانچ سال پہلے تھی۔

آخر سید سلیمان ندوی، سید ابوالاعلیٰ مودودی اور ان کے ہم مسلک بخاری کی ان دو روایتوں میں کس طرح تطبیق دیں گے۔

۱۔ جب ۵ھ بعثت میں سورۃ القمر نازل ہوئی تو حضرت عائشہ صدیقہؓ محلے کی دوسری لڑکیوں کے ساتھ کھیلتی تھیں اور آیت ''والساعة ادهى وامر'' پڑھتی تھیں۔

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ القمر)

۲۔ حضرت خدیجہؓ نے نبوت کے دسویں سال ہجرت مدینہ سے تین سال قبل ماہ رمضان میں انتقال کیا اور اس سے ایک ماہ بعد ماہ شوال میں آنحضرت نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے نکاح کیا۔ (بخاری بروایت عروہؓ)

تو نکاح کے وقت سیدہ عائشہ کی عمر چھ سال تھی اور جناب ابوالاعلیٰ مودودی کی تحقیق کی رو سے تو پیدا ہی نہیں ہوئی تھیں بلکہ نزول سورہ کے ایک سال بعد پیدا ہوئی تھیں۔

ان ہر دو روایتوں کی رو سے صحیح بخاری جہاں سیدہ عائشہ کی آنحضرت سے شادی چھ سال کی عمر میں ''۱۰ھ بعثت'' میں بتاتی ہے اور ہمیں یقین دلاتی ہے کہ جناب سیدہ عائشہؓ کی ولادت بعثت کے پانچویں سال ہوئی وہاں یہ بھی ذکر کرتی ہے کہ اپنی ولادت کے اسی سال حضرت عائشہ صدیقہ مکہ کی لڑکیوں کے ساتھ کھیلتی اور سورۃ القمر کی آیات پڑھتی تھیں۔

واقعات کے مضمرات کی شہادت :

اس بات کو تسلیم سب کرتے ہیں کہ مکی زندگی میں معراج اور ہجرت نبوی کے جو تفصیلی حالات سیدہ عائشہؓ نے بیان کئے ہیں وہ کسی دوسرے صحابی کی روایت میں نہیں ملتے اور اس کی تفصیل کی توقع کسی ایسی لڑکی سے رکھنا عبث ہے، جس کی اپنی عمر ہجرت کے وقت آٹھ یا نو سال بیان کی جاتی ہے

اس امر سے بھی واضح ہے کہ ہجرت کے وقت آپ سترہ اٹھارہ سال کی ایسی بالغ النظر جوان لڑکی تھیں جس کا شعور، قوت مشاہدہ، حافظہ اور ادراک حالات کافی پختہ ہو چکا تھا۔

سیدنا ابوبکرؓ کی تیمارداری

مدینہ پہنچ کر حضرت ابوبکر صدیقؓ شدید بیمار ہو گئے تو سیدہ عائشہؓ کی والدہ محترمہ اور بڑی بہن حضرت اسماءؓ کے ہوتے ہوئے بھی والد کی تیمارداری آپ کے سپرد ہوئی۔ سیدہ عائشہؓ ہی روایت کرتی ہیں کہ جب آپ والد محترم سے خیریت دریافت کرتیں تو وہ یہ شعر پڑھتے۔

کل امرء مصبح فی اهله
والموت ادنیٰ من شراك نعله

اگر ہجرت کے پہلے سال حضرت عائشہؓ کی عمر آٹھ سال تھی اور اگلے سال رخصتی کے وقت آپ ۹ سال کی تھیں تو پھر بڑوں کے ہوتے ہوئے آپ کو تیمارداری کی خدمت کیوں سونپی گئی اور سیدنا ابوبکر صدیقؓ ایک کم عمر بچی کو شعر کیوں سناتے تھے۔ ان شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ سچ یہی ہے کہ سیدہ عائشہؓ اس وقت سترہ اٹھارہ سال کی تھیں اور سخن فہمی کا کامل ملکہ رکھتی تھیں۔

اصابہ کی روایت اوپر درج کر چکے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کی پیدائش خانہ کعبہ کی تعمیر نو کے وقت ہوئی جب کہ آنحضرتؐ کی عمر زیادہ سے زیادہ ۳۵ سال تھی اور سیدہ عائشہؓ سیدہ فاطمہؓ سے چار پانچ سال چھوٹی تھیں، لیکن تاریخ ہی ہمیں بتاتی ہے کہ حضرت عائشہؓ کا نکاح آنحضرتؐ سے ''۱۰ بعثت'' میں ہوا اور اس سے قبل سیدہ عائشہؓ کی منگنی جبیر بن معطم کے لڑکے سے ہو چکی تھی۔ جب کہ سیدہ فاطمہؓ کا حضرت علیؓ سے نکاح سیدہ عائشہؓ کے نکاح سے پانچ سال بعد ۲ھ میں مدینہ میں ہوا اور حضرت فاطمہؓ کے نئے گھر کو خود سیدہ عائشہؓ نے آراستہ کیا اور سید سلیمان ندوی ہی کے الفاظ میں ''مکان لیپا، بستر لگایا، اپنے ہاتھ سے کھجور کی چھال دھن کر تکیے بنائے۔ چھوہارے اور منقے دعوت میں پیش کئے لکڑی کی ''الگنی'' تیار کی کہ اس پر پانی کی مشک اور کپڑے لٹکائے جائیں۔ (سیرۃ عائشہؓ)

کیا اس سے ظاہر نہیں ہوتا کہ سیدہ عائشہؓ عمر میں سیدہ فاطمہؓ سے قدرے بڑی تھیں یا کم از کم ہم عمر تھیں اور ہر دو کی پیدائش کعبہ کی تعمیر نو کے قریبی زمانہ میں ہوئی۔

جنگ احد میں غازیانِ دین کی سقائی:

جنگ احد کے وقت سیدہ عائشہؓ کی عمر دس سال بتائی جاتی ہے۔ لیکن تاریخ اس حقیقت کی شاہد ہے کہ اس لڑائی میں دیگر خواتین اسلام کے ساتھ آپ نے بھی کندھے پر پانی کی مشک اٹھائی ہوئی تھیں۔ مدینہ سے پانی بھرتیں اور تین میل دور احد پہاڑ کے دامن میں دن بھر مجاہدین کو پانی پلاتی رہیں۔ کیا یہ کارنامہ کوئی دس سالہ لڑکی انجام دے سکتی تھی؟ چھ سال کی عمر میں آپ کے نکاح کے مؤیدین کا سارا استدلال اس بات پر صرف ہوتا ہے کہ وہ نو سال کی عمر میں وظیفہ زوجیت ادا کر سکتی تھیں اور ان فرائض و وظائف کو نظرانداز کر دیا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت ہونے کے ناطے سے آپ پر عائد ہوتے تھے۔ کیا احد میں شرکت ایک گڑیاں کھیلنے والی کمسن لڑکی کی ہمت کا مظاہرہ ہے کیا اسی واقعہ سے عیاں نہیں کہ آپ اس قدر بڑی ہو چکی تھیں کہ آپ بلا خوف و خطر میدان جنگ میں سقائی کے فرائض انجام دیتی رہیں اور اس وقت آپ کی عمر بلا شبہ بیس اکیس سال تھی۔

﴿باقی آئندہ﴾

معلوماتی مشغلہ

(۱) قرآن پاک کا نزول کتنے سال، ماہ اور دن میں ہوا؟
(۲) کس سورہ میں حرف ''م'' ایک ہی بار آیا ہے؟
(۳) خانہ کعبہ میں سب سے پہلے کب کھلے عام نماز ادا کی گئی؟
(۴) وہ کون سی صحابیہ ہیں جنھوں نے سب سے پہلے اسلام کی راہ میں اپنی جان قربان کیں؟
(۵) دہلی ریاست کس صدی میں اور کس نے قائم کی؟

نوٹ: جوابات موصول ہونے کی آخری تاریخ ۲۵ رستمبر ۲۰۰۲ء ہے۔
☆ سارے سوالات کے صحیح جواب دینے والے کو ایک سال تک رسالہ ''ماہنامہ چودھویں صدی'' مفت ارسال کیا جائے گا۔ ☆ ایک سے زائد صحیح حل موصول ہونے کی صورت میں قرعہ اندازی کے ذریعہ کسی ایک شخص کو انعام کا مستحق سمجھا جائے گا۔

جواب ارسال کرتے وقت نام، پتہ ولدیت، عمر لکھنا نہ بھولیں۔ ساتھ میں پانچ روپے کا لفافہ یا ڈاک ٹکٹ ضرور روانہ کریں۔ ادارہ کا فیصلہ آخری اور حتمی ہوگا۔

الٰہی نظام حقیقت کے آئینہ میں

سید خالد مسعود ندوی مدظلہ العالی

چودھویں صدی ہجری عالم اسلام کے لئے اور خصوصاً ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے اپنے دامن میں وہ سب کچھ لے کر آئی جس سے عالم اسلام اور ہندوستانی مسلمان اپنے شاندار ماضی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔عیسائیت کا انتقام اپنے شباب پر تھا دوسری طرف آریہ سماجی بھی اپنی معاندانہ کارروائیوں سے کسی طرح پیچھے نہیں تھے ان کو آٹھ سو سالہ ہندوستانی مسلم حکمرانوں کا دور غلامی کا دور لگنے لگا تھا حالانکہ دیانت دار مؤرخ آج بھی لکھنے پر مجبور ہے کہ ۸۰۰ سو سالہ مسلم حکمرانوں کا دور صحیح معنوں میں سیکولر دور تھا جس میں اسلامی رواداری پوری طرح دیکھنے کو ملتی ہے ان حالات میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ اپنی خدا داد صلاحیتوں کے ساتھ پنجاب کی سرزمین میں نمودار ہوئے۔حضرت مرزا صاحب نے جب شعوری طور پر آنکھ کھولی تو ان دونوں مذکورہ تہذیبوں کی کاروائیاں دیکھیں۔گو دیگر علماء کرام بھی اپنی بساط بھر جارحانہ کارروائیوں کا مقابلہ کر رہے تھے۔لیکن مرزا صاحب جو دین کی سمجھ کے ساتھ حکمت و بصیرت کے بھی مالک تھے ،انہوں نے دونوں تہذیبوں کی یلغار کو روکنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا ان کی علمی لیاقت اور دینی فراست سے وقت کے علماء کو اپنی سیادت تک خطرے میں نظر آنے لگی یہی وجہ ہے کہ ایک بڑا طبقہ ان کا مخالف بھی ہو گیا مزید حضرت مرزا صاحب نے جب اپنی تحریروں میں امت مسلمہ کی رہنمائی کے لئے قرآن و حدیث کی روشنی میں عصری تقاضوں کے چیلنج اور وقت کے پیچ پر روشنی ڈالی تو ان کو کفر کے فتوے بھی ملنے لگے لیکن دانشور طبقے نے ان کو کفر کے فتوے تو نہیں دئے ہاں ایک طویل عرصہ سے علماء کا وہ طبقہ جن کی اسلام پر اجارہ داری قائم تھی کو اپنی خاموشی سے ہری جھنڈی دیدی، اس طرح آج تک ان کی مخالفت میں بے سر پیر کی باتیں اور ان کی بے جا کردار کشی ہو رہی ہے۔وفات مسیح ، جہاد اور امام مہدی کا تصور نیز مسیح موعود، دجال اور یاجوج وماجوج پر انہوں نے جو دبیز پردے اٹھائے ہیں آج تک ہم اس کو یا تو سمجھنے سے قاصر ہیں یا سمجھ کر بھی ہم اپنی انا اور بقا کیلئے ناسمجھ بنے ہوئے ہیں حضرت مرزا صاحب کو اگر ان کی تحریروں کے آئینہ میں دیکھا جائے تو وہ وقت کے ایک بڑے مجدد نظر آتے ہیں انہوں نے جو فقہ مدون کیا اس میں ائمہ اربعہ کے بیشتر استدلال کو تسلیم کیا ہے لیکن انہوں نے اجتہادی امور پر قرآن و حدیث کی روشنی میں اجتہاد کرنے سے بھی گریز نہیں کیا۔مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ،مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اور دیگر اکابر علمائے کرام نے حضرت مرزا صاحب پر بہت کچھ لکھا ہے لیکن اہل علم کا کہنا ہے کہ وہ ساری تحریریں جو آج تک تردید میں لکھی گئی ہیں الفاظ کی برف باری اور بے جا کردار کشی سے زیادہ نہیں ہیں مرزا صاحب کی تحریروں کو سمجھنے کے لئے وہ رسمی دین جو ہمارے اندر رچ بس گیا ہے ہمیں اس سے چھٹکارا پانا ہوگا اور قرآن وحدیث کا دین اپنانا ہوگا تبھی ممکن ہے کہ ہم حقیقت تک پہونچ سکیں، پھر بھی اگر ہم اس حقیقت تک نہیں پہنچ سکے تو ایسا ہرگز نہیں ہوتا ہے کہ بچے کی ایک غلطی کے بدلے اس کے سارے نمبر کاٹ دیں۔خلافت کا وہ دور جو دور محمدی کہلاتا ہے یا ملوکیت کا وہ دور جس میں اسلامی قدروں کو گھن لگا ان میں کبھی بھی جماعتوں کی ضرورت نہیں پڑی لیکن آج مسلمانوں میں نہ تو خلافت ہے اور نہ ہی ملوکیت برائے خلافت ہے اس لئے ایک ایسی جماعت جس سے مسلم قوم ایک جھنڈے تلے اکٹھا ہوسکیں۔ وقت کی اہم ضرورت ہے۔حضرت مرزا صاحب نے اپنی تحریری خدمات سے جو انقلاب برپا کیا وہ اس انقلاب کو ایک جماعت کی شکل میں دیکھنا چاہتے تھے اس لئے انہوں نے احمدیہ انجمن کی بنیاد رکھی لیکن حضرت مرزا صاحب کی وفات کے بعد ہی جماعت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔مولانا محمد علی صاحب لاہوری نے تحریک احمدیہ کو انجمن احمدیہ کی شکل دی دوسرے گروپ (قادیانی) کے معتقدین نے خلافت کا نظام قائم کرلیا۔خلافت بغیر حکومت کے قائم ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور خلافت خاندان میں ہی قائم ہوگئی یہ ایک اہم مسئلہ ہے۔جس پر سنجیدہ بحث ہوسکتی ہے قادیانی خلافت قادیان سے ربوہ اور ربوہ سے لندن منتقل ہوچکی ہے اور یوروپ میں احمدی اسلام کی تبلیغ میں خاصی کامیابی حاصل کرلی ہے ایک

بڑا سرکل وجود میں آچکا ہے۔ پیسہ کی ریل پیل میں یوروپ کے احمدی مسلم لوگوں کا بہت بڑا ہاتھ ہے ہندوستان کی جماعت کے بیشتر اخراجات لندن اور امریکہ سے ہی پورے ہوتے ہیں لیکن حیرت یہ ہے کہ ہندوستان میں جتنا پیسہ اس مشن پر خرچ ہورہا ہے اس کا ۸۰ فیصد ایک مخصوص طبقہ پر خرچ ہورہا ہے عام معلمین اور مبلغین مشن کے ملازم زیادہ اسلام کے داعی کم نظر آتے ہیں جو ہندوستانی جماعت احمدی (قادیانی) کا ایک المیہ ہے۔ مبلغین اور معلمین اجتماعی نظام کے قیام کے لئے افرادی بیعت پر کم توجہ دیتے ہیں کاغذی بیعتوں پر زیادہ توجہ دیتے ہیں اس کے برخلاف **لاہوری احمدیہ انجمن** اپنے کم وسائل کے باوجود اشاعت اسلام کے لئے سرگرم عمل ہے۔ جہاں فرضی بیعتوں پر کم عملی بیعتوں پر زیادہ دھیان دیا جاتا ہے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام دہلی ایک پرائیویٹ لمیٹیڈ ادارہ نہیں ہے، جبکہ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ قادیانی جماعت ایک ایسا پرائیویٹ لمیٹیڈ ادارہ ہے جس میں فرد کی آزادی فکر اور اس کی صلاحیتوں کو خلافت کے نام پر خرید لیا جاتا ہے۔ جس کو اطاعت امیر کی تفسیر کہہ کر بیان کیا جاتا ہے جو کہ سراسر غلط ہے۔

پاکستان میں اس جماعت کے ساتھ جو کچھ ہورہا ہے یا جو کچھ ماضی میں ہوا ہے وہ بہر حال غلط ہے وہ ایک سیاسی فیصلہ ہے جو حکومت پاکستان نے جاری کیا ہے۔ پاکستان کا فیصلہ عالم اسلام کا فیصلہ نہیں کہا جاسکتا کیونکہ آج کی تاریخ میں پورا عالم اسلام سرتا پا کفر بنا ہوا ہے۔ کسی کے فتوے امریکہ سے امپورٹ ہورہے ہیں تو کسی کے یوروپ و اسرائیل سے تو کسی کے عرب ممالک سے امپورٹ ہورہے ہیں۔ ماضی میں مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی بھی غلط اطلاعات کی بنیاد پر سعودی عرب سے علمائے دیوبند کے خلاف اپنی ذاتی انا اور سیادت کی بقا کے لئے فتویٰ کفر لے کر آئے تھے تو کیا علمائے دیوبند کافر ہوگئے۔؟ ہرگز نہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ جو قبلہ رخ ہوکر نماز پڑھے، ذبیحہ کھائے، کلمہ اسلام پڑھے، محمدؐ کو آخری نبی مانے وہ کافر ہو ہی نہیں سکتا ہے۔ لہٰذا اب وقت آچکا ہے کہ امت مسلمہ عالمی سطح پر اپنا بقا کی فکر میں متحد ہو اور فروعی مسئلوں پر اپنی طاقت کمزور کرنے کے بجائے ایک کلمہ کی بنیاد پر طاقت کو مجتمع کریں اسی میں عالم اسلام کے مسلمانوں کی کامیابی ہے نیز انفرادی طور پر ہر گروپ کے لوگ اپنی اپنی غلطیوں پر نظر ثانی کرے۔ حضور نے مسلمان کی تعریف اس طرح بیان کی ہے مسلمان وہ ہے۔ جس کے ہاتھ سے، زبان سے، مسلمان محفوظ رہے، کیا ہم ایسا کررہے ہیں اگر نہیں کررہے ہیں تو ہم کو مسلمان کہلانے کا بالکل حق نہیں ہے اور اگر کررہے ہیں تو کفر کی یلغار کے آگے شیعہ سنی، دیوبندی، بریلوی، احمدی اتحاد کا ثبوت دیں اور یہ جب ہی ممکن ہوگا جب ہم سے مفاد پرستی اور ذاتی انا رخصت ہوجائے گی اور یہ جب تک رخصت نہیں ہوگی ہم خواہ لاکھ اتحاد کی باتیں کریں، سیمینار کا انعقاد کریں کچھ نہیں ہونے والا ہے۔ اور اگر علماء اسی طرح سیمیناروں کے ذریعہ اتحاد کی باتیں کرتے رہے اور عملی اقدام نہیں کیا تو عوام کو چاہئے کہ وہ تمام علماء کا طوق غلامی اتار پھینکیں۔ کیونکہ علامہ اقبال ملت اسلامیہ کا غم لے کر جب بابا فریدؒ کے مزار پر گئے تھے تو وہاں ایک بزرگ نے برجستہ یہی کہا تھا کہ اقبال بوسیدہ دیواروں کو مسمار کردیا جاتا ہے اور دیواروں کی تعمیر از سرنو کی جاتی ہے۔ ماضی میں ایسا کئی بار ہوا ہے۔ بقول اقبالؒ (پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانوں سے) تاتاریوں کی یورش یہ بتارہی تھی کہ اب مسلمان صفحۂ ہستی سے ختم ہوجائیں گے۔ لیکن خدا کے قانون فطرت کے مطابق اور اس کے قرآنی وعدہ کے مطابق مسلمان آج بھی زندہ ہیں، لیکن مسلمانوں کی موجودہ زندگی پھر یہ بتارہی ہے کہ ایک بڑا آپریشن ہونا ہے۔ ماضی کے اوراق دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ افتراق امت اور زوال امت کی عجوبہ کہانی زیادہ پرانی نہیں ہے یوں تو بنوامیہ سے لے کر ترکی کی خلافت تک مختلف نظریات جنم لیتے رہے، مختلف جھوٹے مدعیان نبوت کا ظہور بھی ہوا لیکن اخلاقی زوال کی انتہا اسلامی قدروں کی پامالی مدنیت میں گم آفاقی امت کا مرقع اب جو دیکھنے کو مل رہا ہے وہ انتہائی حیران کن ہے اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم نے تمدن کا نام دنیاوی آسائشوں کو دیدیا ہے گو تحریری طور پر روس کے عیسائی پادریوں نے سماج کو تقسیم تو نہیں کیا تھا لیکن عملی طور پر تقسیم کر چکے تھے۔ جس کی وجہ سے عوام کی مذہب سے بیزاری پیدا ہوئی اور روس میں غیر فطری نظام اشتراکیت نے 70 سال تک حکومت کی۔ علما آج اسی روش پر چل رہے ہیں۔ اس لئے تمام خلفاء اور قائدین امت نام نہاد امیر المومنین اور حکومت الٰہیہ کے جھوٹے دعویدار تبلیغ اسلام کے نام پر اسلام کو بدنام کرنے والے داعی سماجی جماعتوں اور مذہبی جماعتوں کے مفاد پرست امراء صحافت کے نام پر شہرت کمانے والے صحافی سب کو چاہئے کہ وہ ہوش کی دوا کرلیں نیز عالمی سطح پر مسلم حکمرانوں نے بھی جو کردار ادا کیا ہے اور کررہے ہیں وہ کردار ان کی بھی تباہی کا الارم ہے۔ اس لئے عالمی سطح پر مسلم حکمرانوں کو بھی چاہئے کہ فطری آپریشن سے پہلے اپنے کردار کا جائزہ لیں۔ وقت بہت کم ہے، کام بہت زیادہ ہے۔ حدیث ہے ہم میں کا ہر شخص ذمہ دار ہے اور قیامت کے دن اس سے اس کی ذمہ داریوں کے بارے میں پوچھ تاچھ ہوگی۔ خدا کرے حشر کے اس میدان میں اپنی ذمہ داریوں سے متعلق صحیح جواب دے سکیں۔

حرم پاک بھی ایک، اللہ بھی ایک، قرآں بھی ایک
کیا بڑی بات تھی ہوتے جو مسلماں بھی ایک

عالم اسلام کا پہلا مدرسہ

حافظ سید عبدالماجد غوری

اللہ کے رسول، اس کے مقبول، ہمارے سرکار، دونوں عالم کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے یہاں آنے کے بعد ایک مسجد بنائی۔ اس مسجد کو مسجد نبوی کہتے ہیں۔ یعنی ہمارے رسولؐ کی مسجد۔ جہاں اب مسجد نبوی ہے۔ یہ جگہ دو یتیم لڑکوں کی تھی۔ یہ دولڑکے ہمارے رسولؐ کے ایک صحابی حضرت اسعد بن زرارہؓ کی پرورش میں تھے۔ حضرت اسعد بن زرارہؓ نے یہاں پہلے سے اپنے لئے نماز کی تھوڑی سی جگہ مقرر کر رکھی تھی۔ ہوا یہ کہ جب ہمارے رسولؐ پہلے پہل مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ کی اونٹنی خود بخود اس جگہ آکر بیٹھ گئی جہاں اب مسجد نبوی ہے، اس جگہ بعد میں حضورؐ نے مسجد بنانے کے لئے پسند فرمایا۔ آپؐ نے ان یتیم بچوں کو جن کی یہ زمین تھی زمین کی قیمت دینا چاہی مگر انہوں نے قیمت لینے سے انکار کر دیا۔ **بنونجار**، مدینہ کا ایک مشہور شریف خاندان تھا۔ اس خاندان کے لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر تمنا ظاہر کی کہ وہ اپنے پاس سے اس زمین کی قیمت ادا کرنا چاہتے ہیں، انہیں اس کی اجازت دی جائے آپؐ نے اسے منظور نہیں فرمایا۔ آخر اس زمین کی قیمت دس دینار قرار پائی اور یہ قیمت رسول اللہؐ نے سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے اس کے مالکوں کو دلا دی۔ پھر اس زمین کے گڑھے وغیرہ بھر کر اس کو برابر کر کے اس پر مسجد بنائی گئی۔ اس مسجد کی لمبائی سو گز تھی۔ جب مسجد نبوی کی تعمیر کا کام شروع ہوا تو ہمارے رسولؐ بھی دوسروں کی طرح تعمیر کے لئے اینٹ پتھر خود ہی اٹھا کر لاتے تھے۔ صحابہ عرض کرتے'' ہمارے ماں باپ اور ہماری جانیں آپؐ پر قربان۔ آپؐ تکلیف نہ فرمائیں''، لیکن ان کے بار بار کہنے پر بھی آپؐ کام میں لگے رہتے، اس مسجد کی دیواریں جو کچی اینٹوں سے بنائی گئی تھیں تین گز اونچی تھی اور اس مسجد کی بنیاد تقریباً تین ہاتھ گہری تھی۔ اس طرح اس کی چوڑائی بھی سو ہاتھ یا کچھ کم تھی، مسجد میں ستونوں کی جگہ کھجوروں کے تنے لگائے گئے تھے اس مسجد کے تین دروازے تھے ایک پچھلے حصّہ میں تھا، جو باب ابی بکر کے نام سے مشہور تھا۔ دوسرا دروازہ باب الرحمت کہلاتا تھا۔ تیسرا دروازہ وہ تھا جس سے حضورؐ گھر سے مسجد کو آتے جاتے تھے۔ یہ دروازہ باب عثمان کے نام سے مشہور تھا۔ مسجد کی چھت کھجوروں کے پتوں کی تھی۔ چھت ایسی تھی کہ جب بارش ہوتی تو چھت سے پانی ٹپکتا، مٹی گرتی اور مسجد کا سارا فرش کیچڑ سے بھر جاتا اور صحابہ اسی حالت میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ صحابہؓ نے رسول اللہؐ سے عرض کیا کہ اگر اس پر چھت ڈال دی جائے تو اچھا ہے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں موسیٰ جیسا عریش (چھپر) ہی بھلا معلوم ہوتا ہے۔

مدرسہ : جب مسجد نبوی کی تعمیر کا کام ختم ہوگیا اور مسجد بن گئی تو رسول کریمؐ نے اس مسجد میں تعلیم کے لئے ایک مدرسہ اور دارالاقامہ قائم فرمایا۔ اس مدرسہ کے طالب علم دو طرح کے تھے ایک تو وہ جو کھیتی باڑی، دوکانداری، اور دوسرے کاروبار کرتے تھے اور فرصت کے اوقات میں قرآن مجید اور رسول خداؐ کے احکام کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ دوسرے وہ طالب علم تھے جو اپنا سارا وقت قرآن مجید اور سنت کی تعلیم میں گزارتے تھے۔ ان کے اور کسی قسم کے کاروبار نہ تھے۔ ان کی زندگی کا مقصد صرف علم حاصل کرنا اور خدا کے سب سے محبوب رسول ﷺ سے تربیت حاصل کرنا تھا۔ اس دوسری جماعت کے لوگوں کو ''اصحاب صفہ'' کہتے ہیں۔ یہ حضرات دن بھر مسجد نبوی میں رہتے تھے اور تعلیم و تربیت حاصل کرتے تھے اور رات کو ایک چبوترے پر سوتے تھے جو اُن ہی کے لئے بنایا گیا تھا، جو مسجد نبوی کے ایک کنارے پر واقع تھا اور جس پر ایک سائبان بھی ڈال دیا گیا تھا۔ یہ اصحاب کا پہلا ''دارالاقامہ'' تھا جو طالب علموں کے رہنے سہنے کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ صفہ کے طالب علموں کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی تھی۔ ان کی کل تعداد چار سو تک

پہنچتی ہے لیکن ایک وقت میں کبھی اتنی تعداد نہیں ہوئی۔ چونکہ عربی میں چبوترے کو صفہ کہتے ہیں، اس لئے اس دارالاقامہ کے طالب علم اصحاب صفہ کہلانے لگے۔ اس کے علاوہ جو ہجرت کر کے مدینہ منورہ آتے وہ بھی قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے صفہ کے مدرسہ میں شریک ہوتے۔

معلمین: مسجد نبویؐ میں خود بھی رسول اللہ ﷺ، صحابہ اور اصحاب صفہ کی تعلیم وتربیت فرماتے تھے۔ اور آپؐ کی اجازت سے دوسرے معلمین بھی اصحاب صفہ کو تعلیم دیتے تھے۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز ابوطلحہ آئے اس وقت رسول اللہ کھڑے ہو کر اصحاب صفہ کو پڑھا رہے تھے۔ اور بھوک کی وجہ سے آپؐ کے پیٹ پر ایک پتھر کا ٹکڑا بندھا ہوا تھا جس کے سہارے آپؐ کھڑے تھے اور اصحاب صفہ قرآن مجید کے سیکھنے میں مصروف تھے، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام کی شیرینی اور مطالب کا بار بار دہرانا اصحاب صفہ کو اپنی طرف متوجہ کئے ہوئے تھا۔ صفہ کے ایک معلم حضرت عبادہ بن صامتؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے صفہ کے ایک طالب علم کو قرآن مجید کی تعلیم دی اور لکھنا سکھایا۔ ان میں سے ایک طالب علم نے مجھے ایک کمان تحفتہً بھیجی۔ اس مدرسہ کی تعلیم کا طریقہ یہ تھا کہ ایک آدمی قرآن مجید پڑھتا جاتا اور دوسرے لوگ سنتے جاتے تھے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ غریب مہاجرین کی جماعت میں بیٹھا ہوا تھا اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ کپڑے نہ ہونے کے وجہ سے مل کر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ایک صاحب ہم کو قرآن مجید پڑھ کر سنا رہے تھے۔ اتنے میں رسول خدا ﷺ وہاں تشریف لے آئے۔ جو صاحب قرآن مجید پڑھ کر سنا رہے تھے آپ کو تشریف لاتے دیکھ کر چُپ ہو گئے۔ انہوں نے رسولؐ اللہ کو ادب سے سلام کیا، آپؐ نے پوچھا تم کیا کر رہے ہو؟ سب نے کہا کہ ہم قرآن مجید سن رہے ہیں۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا۔ تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا کئے ہیں جن کے ساتھ مجھے صبر کرنے کا حکم دیا گیا۔ پھر آپؐ بیچ میں بیٹھ گئے تاکہ آپس میں چھوٹائی اور بڑائی کا فرق باقی نہ رہے اور ہاتھ سے اشارہ فرمایا، سب لوگ اس طرح حلقہ بنا کر بیٹھ گئے کہ آپؐ کو ہر ایک کا چہرہ نظر آنے لگا۔ پھر رسولؐ اللہ نے فرمایا۔

''اے غریب مہاجرین! تم کو قیامت کے دن ایک مکمل نور کی خوش خبری ہو اس لئے کہ تم مالداروں سے پانچ سو برس پہلے جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔''

ایک دن رسول خدا مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ مسجد میں دو جماعتیں ہیں۔ اس وقت ایک جماعت کے لوگ دُعا مانگ رہے تھے، اور دوسری جماعت کے لوگ علم حاصل کرنے میں لگے ہوئے تھے آپؐ نے فرمایا: دونوں نیک کام کر رہے ہیں مگر ایک جماعت کے لوگ دوسری جماعت کے لوگوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ جو دُعا مانگ رہے ہیں، خدا کو اختیار ہے کہ چاہے ان کی دُعا کو وہ قبول کرے یا نہ کرے، لیکن وہ لوگ جو علم کو حاصل کر رہے ہیں اور جاہلوں کو پڑھنا سکھا رہے ہیں وہ اپنی بزرگی اور مرتبہ کے لحاظ سے بڑھے ہوئے ہیں، اور میں تو ساری دنیا کے لئے معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اور یہ فرما کر آپؐ اس جماعت میں بیٹھ گئے جو علم سیکھ رہی تھی اور سکھا رہی تھی۔

طالب علموں کی زندگی

صفہ کے طالب علم بہت ہی غریب مسلمان تھے ان طالب علموں میں سے ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ میں نے صفہ کے ستر (۷۰) طالب علموں کو دیکھا کہ ان کے بدن پر صرف اتنا کپڑا تھا کہ ان کے گھٹنوں تک بھی نہیں پہنچتا تھا اس لئے یہ لوگ جب نماز پڑھتے اور رکوع کرتے تو کپڑے سمیٹ لیتے۔ ان بزرگوں کی ناداری کا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کبھی ان میں سے کسی کے پاس چادر اور تہہ بند دونوں چیزیں ایک ساتھ جمع نہ ہو سکیں۔ ان کے پاس ایک ایک چادر تھی۔ جس کو وہ گلے سے اس طرح باندھ لیتے تھے کہ رانوں تک لٹک آتی تھی۔ واثلہ بن الاسقعؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اصحاب صفہ میں تھا اور ہم میں کسی کے پاس پورا کپڑا نہیں تھا، صفہ کے طالب علم، علم حاصل کرنے میں طرح طرح کی مصیبتیں اور تکلیفیں اٹھاتے تھے۔ دن میں وہ لوگوں کا پانی بھرتے اور جنگل سے لکڑیاں چن کر لاتے اور اس کو بیچ دیتے۔ اس سے جو پیسے ملتے ان کو اپنے کھانے پینے میں خرچ کرتے۔ دن میں کام کی وجہ سے ان بزرگوں کو دینی تعلیم حاصل کرنے کا وقت نہیں ملتا اس لئے یہ لوگ رات کو ایک استاد کے پاس جاتے اور علم حاصل کرتے تھے۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ انصارؓ اپنے باغوں میں سے کھجور کی پھلی ہوئی شاخیں توڑ لاتے اور مسجد کی چھت میں لٹکا دیتے۔ جو کھجوریں ان شاخوں سے پک کر نیچے گرتیں یہ لوگ اٹھا کر کھا لیتے۔ اکثر ان پر دو دو دن کا فاقہ ہو جاتا۔ بھوک اور کمزوری کی وجہ سے یہ لوگ نماز میں گر جاتے۔ جب یہ تعلیم وتربیت کی دولت سے مالا مال ہو چکے تو جہاں مسلمانوں کی تعلیم وتربیت کی ضرورت ہوتی یا اسلام کو پھیلانے

کے لئے کہیں بھیجنا مقصود ہوتا، یہی لوگ بھیجے جاتے تھے۔**غزوہ معونہ** کے موقع پر صفہ کے ستر طالب علموں کو اسلامی تعلیمات سکھانے کے لئے بھیجا گیا تھا۔

طالب علموں کو نصیحتیں

بہترین معلم کا فرض جہاں تعلیم دینا ہے وہیں اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ طالب علموں کے سامنے علم کے فوائد اور اس کی خوبیاں دلنشیں اور اچھے انداز میں بیان کرتا رہے، تاکہ طالب علموں کو علم حاصل کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔حضرت عقبہ بن عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم اس وقت صفہ میں تھے۔آپؐ نے ہم سے ارشاد فرمایا کہ کون تم میں سے پسند کرتا ہے کہ ہر روز صبح کو بطحا اور عقیق کی طرف جائے اور وہاں سے دو کوہان دار اونٹنیاں بغیر کسی گناہ اور رشتہ داروں کا حق مارے ہوئے لے آئے؟ ہم نے عرض کیا کہ ہم سب اس کو پسند کرتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ۔

آپ نے فرمایا: کیوں نہیں آتا تم میں سے کوئی صبح کو مسجد میں تاکہ قرآن مجید کی دو آیتیں سیکھے (جن کا سیکھنا) دو اونٹنیوں سے بہتر ہے۔

معلمین اور طلباء کے تعلقات

ایک طالب علم کا فرض ہے کہ اپنے معلم کی تعظیم، اس کی خدمت، اس کی عزت اپنے ماں باپ کی طرح کرے۔اس لئے کہ ماں باپ اپنے بچوں کی پرورش جس طرح کرتے ہیں، اسی طرح معلم بھی انسان کو اچھی تعلیم، عمدہ اخلاق اور بہتر تربیت سے سنوارتا ہے۔معلم کا شاگردوں پر بڑا حق ہے۔ صفہ کے ایک معلم حضرت عبادہ بن صامتؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے صفہ کے بعض طالب علموں کو قرآن مجید کی تعلیم دی اور لکھنا سکھایا ان میں سے ایک طالب علم نے مجھے تحفتاً ایک کمان بھیجی۔

صفہ کے ایک نامور طالب علم

صفہ کے طالب علم یوں تو سب ہی نامور اور مشہور ہیں۔ان میں سے ہر ایک نے اسلام کے پھیلانے اور دوسروں کو تعلیم دینے میں بڑا نام پیدا کیا ہے۔لیکن ان میں سے ایک بہت مشہور و نامور طالب علم حضرت ابو ہریرہؓ تھے۔ (ماخوذ از سیرت النبیؐ)

☆☆☆

ایفائے عہد یعنی وعدہ کا پورا کرنا

زمانہ نبوت سے پہلے کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص عبداللہ ابن ابی اسماء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تجارت کا معاملہ طے کیا۔اسی اثنا میں اسے کسی دوسری جگہ کا خیال آگیا۔اس نے آپ سے عرض کی کہ آپ یہیں انتظار کیجئے۔میں ابھی ایک کام کر کے واپس آتا ہوں۔اور پھر آپ سے معاملہ طے کرتا ہوں۔یہ کہہ کر وہ شخص چلا گیا لیکن اتفاقاً اپنا وعدہ بھول گیا اور تین دن کے بعد اس کو خیال آیا کہ میں محمد ﷺ کو وعدہ دے آیا تھا کہ میں ابھی واپس آتا ہوں۔

وہ اس جگہ پر آیا جہاں پہلے ملاقات ہوئی تھی دیکھا کہ حضور بدستور اس جگہ موجود ہیں اس کو دیکھ کر حضورؐ نے فرمایا میں تین دن سے آپ کی راہ دیکھ رہا ہوں۔ وہ شخص بہت نادم ہوا لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے آپ کے ایفائے عہد کے تعریف کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کے دشمنوں کو بھی اس حقیقت کا اعتراف تھا کہ حضور نے کبھی عہد کی خلاف ورزی نہیں کی چنانچہ قیصر روم نے ابوسفیان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے جو سوالات کئے ان میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ کیا کبھی محمد (صلعم) نے عہد کی خلاف ورزی کی ہے؟ ابوسفیان نے نہایت کھلے لفظوں میں اقرار کیا کہ حضور نے کبھی عہد کی خلاف ورزی نہیں کی ہمیشہ اپنے قول و قرار کا پاس کیا ہے اور ہمیشہ ایفائے عہد کیا ہے۔

صلح حدیبیہ کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر کوئی مکّہ کا باشندہ اسلام لاکر مدینہ آجائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پناہ ڈھونڈے تو آپ اس شخص کو فوراً مکّہ والوں کے پاس بھیج دیں گے۔اس کے تھوڑے دنوں کے بعد ایک نومسلم ابوجندل مکّہ والوں کی قید سے بھاگ کر مدینہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔اور پناہ کا خواستگار ہوا۔جب اس نے اپنی دردبھری کہانی سنائی اور کفار کے ظلم و ستم بیان کئے اور اپنے جسم کے زخم دکھائے تو مسلمانوں کے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور خود حضور ﷺ بھی آبدیدہ ہوگئے لیکن چونکہ عہد کر چکے تھے کہ مکہ سے آنے والوں کو پناہ نہیں دیں گے اس لئے حضور نے بڑی سنجیدگی سے فرمایا۔

ابوجندل! صبر کرو خدا تمہاری مشکلات دور فرمائے تمہاری تکلیفوں کا ہم سب کو بہت احساس ہے۔مگر مجبوری یہ ہے کہ ہم مکہ والوں سے عہد کر چکے ہیں کہ کسی آنے والے کو پناہ نہیں دیں گے عہد کی پابندی ضروری ہے۔''

ان الفاظ کے ساتھ حضورؐ نے بچشم تر ابوجندلؓ کو واپس مکہ میں بھیج دیا۔ ابوجندل کی تکلیفات پر حضورؐ کو رحم تو بہت آیا مگر عہد کو توڑنا حضور ﷺ کو کسی صورت میں منظور نہ تھا۔

☆☆☆

عظمت والدین قرآن کی روشنی میں

رضوان عالم شمسی

عصر حاضر میں اخلاق وعادات میں ایسا بگاڑ پیدا ہو چکا ہے کہ پہلے کے زمانے میں اس کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا تھا۔ بہت سے ایسے طور وطریقے جو انسانی نقطۂ نگاہ سے اچھے اور مستحسن قرار دئے جاتے تھے ان میں بھی اب ایسی خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں کہ جن کی اصلاح کی سخت ضرورت ہے انہیں خرابیوں میں سے ایک خرابی یہ بھی ہے کہ ماں باپ کی نافرمانی اور ان کے ساتھ بدسلوکی دن بدن عام ہوتی جا رہی ہے۔ چاہے وہ اسکولوں کے پڑھے لکھے ہوں یا کالجوں اور یونیورسٹیوں کے، اپنے ماں باپ کے ساتھ جیسا حسن سلوک یا اچھا برتاؤ کرنا چاہئے نہیں کرتے بلکہ کتنے ایسے بھی ہیں جنہیں ماں باپ کی نافرمانی اور حکم عدولی میں کسی برائی کا احساس تک نہیں ہوتا۔

اکبرالہ آبادی نے ٹھیک ہی کہا ہے ؎

طفل میں بو آئے کیوں ماں باپ کے اطوار کی
دودھ تو ڈبے کا ہے تعلیم دی سرکار کی

ایک زمانہ وہ تھا کہ باپ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے قربان گاہ کی طرف لے کر چلا تو بیٹا خوشی خوشی ساتھ ہو گیا، بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے زمین پر لٹانا چاہا بیٹا بلا تامل لیٹ گیا۔ یہاں تک کہ باپ نے اپنے عزیز بچے کی گردن پر چھری بھی چلا دی لیکن بیٹے نے اپنی زبان سے اف تک نہیں کہا ؎

یہ فیضان نظر تھا، یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

مگر افسوس صد افسوس! آج ماں باپ کو گالیاں دینا ان کے ساتھ بدکلامی سے پیش آنا اور اگر اتنے پر بھی غصہ ٹھنڈا نہ ہوا تو ان کی پٹائی کرنا آئے دن کی بات ہے۔ آج سے چودہ سو برس پہلے مخبر صادق حضور رحمت عالم ﷺ نے قیامت کی ایک نشانی یہ بھی بتائی تھی کہ مرد اپنی عورت کا فرمانبردار ہوگا اور ماں باپ کا نافرمان ہوگا۔ اس کی صداقت اور سچائی اس طرح سے نمایاں ہے جیسے پیشگوئی کے وقت نگاہ نبوت ان حالات کا مشاہدہ کر رہی تھی۔ روزمرہ کے واقعات شاہد ہیں کہ اس دور جدید کا انسان ماں باپ کی نافرمانی اور دل آزاری کے ہر کام کرنا تو گوارہ کر لیتا ہے لیکن بیوی کی نیاز مندی میں ذرہ برابر بھی کوتاہی اسے گوارہ نہیں ہوتی، وہ اس کی ناز پروری میں اس کے اشارۂ ابرو پر رقص کر سکتا ہے لیکن ماں جیسی محبت والفت کی پیکر جمیل کے حکم کی بجا آوری ذلت کی بات تصور کرتا ہے اور یہ سب اس لئے ہے کہ آج زمانے اور ماحول کا مزاج کچھ اس طرح کا ہے:

ماں باپ کی فوکٹ میں بنائے جو حجامت
اس شخص سے بڑھ کر کوئی دین دار نہیں ہے
کترائے جو بیوی کی قدم بوسی سے
عالم بیکنٹھ میں جانے کا وہ حقدار نہیں ہے

حالاں کہ اسلام کی تعلیمات کی رو سے اللہ ورسول کے بعد ماں باپ دنیا میں سب سے زیادہ اعزاز وتکریم، ادب واحترام اور حسن سلوک واچھے برتاؤ کے حقدار ہیں۔

قرآن حکیم نے تقریباً پندرہ مقامات پر مختلف حیثیتوں سے بڑے ہی حکیمانہ انداز میں ان کے ساتھ نیکی، حسن سلوک اور خوش اخلاقی کا درس دیا ہے اور اس اہتمام کے ساتھ کہ بیشتر جگہوں پر یہ درس درسِ توحید کے ساتھ ہی آیا ہے خدائے پاک کی اطاعت کے ساتھ ساتھ ان کی اطاعت کا فرمان صادر کیا ہے اور خدائے پاک کے شکر کے ساتھ ان کا شکر بجالانے کی تاکید کی ہے، سورہ بقرہ میں فرمایا گیا ''**واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل لا تعبدون الا اللّٰہ وبالوالدین احسانا.**'' (البقرہ:۸۳)

ترجمہ:۔ اور اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو، اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔ (القرآن)

اس آیت مبارکہ میں خدا پرستی کے معاً بعد ماں باپ کے ساتھ بھلائی کی تعلیم دی گئی ہے اور اسی تعلیم کو ''سورہ نساء'' میں ان الفاظ میں دہرایا گیا ہے۔

واعبدوا اللّٰہ ولا تشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا. (النساء: ۳۶)

ترجمہ:۔ اور اللہ کی بندگی کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

کفار کو جن حرام کاموں سے روکا گیا، ان میں ”شرک باللہ“ کے بعد ماں باپ کے ساتھ بدسلوکی کو ہی شمار کیا گیا ہے کہ یہ دونوں مواقع میں حرام کاموں کی اساس ہیں۔

ارشاد باری ہے:**قل تعالوا اتل ماحرم ربکم علیکم الا تشرکوا به شیئا وبالوالدین احسانا.(الانعام: ۱۵۱)**

ترجمہ:۔اے رسول آپ فرمادیجئے تم پر تمہارے رب نے جو کچھ حرام فرمایا ہے آؤ میں پڑھ کر سنادوں کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔

وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ و بالوالدین احسانا.

ترجمہ:۔اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ (بنی اسرائیل:۲۳)

سورۂ لقمان میں اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کی احسان شناسی و شکرگزاری کی تاکید ان الفاظ میں فرمائی ہے **ان اشکر لی و لوا لدیک الیّ المصیر.**

ترجمہ:۔میرا اور اپنے ماں باپ کا شکر بجالاؤ۔آخر میرے ہی پاس آنا ہے۔(لقمان:۱۴)

ان آیات میں جس اہتمام کے ساتھ ادب ومحبت خدمت واطاعت اور احسان پذیری وشکرگزاری کا اولاد کو حکم دیا گیا ہے اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ رب العزت جل جلالہ کی بارگاہ میں دنیا کے انسانی رشتوں میں ماں باپ کا مقام کتنا اونچا اور کس قدر بلند ہے۔

آیئے ماں کا مرتبہ سمجھنے کے لئے حدیث شریف ذہن نشین کرلیا جائے ۔”حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوکر دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! ایک ایسا سنگلاخ راستہ جو گرمی کی سختی سے شعلے کی طرح جل رہا تھا پتھروں سے آگ نکل رہی تھی اگر ان پر گوشت ڈالا جاتا تو وہ بھی کباب بن جاتا میں ایسے اذیتناک راستے پر تقریباً چھ میل تک اپنی کمزور ماں کو اپنی گردن پر سوار کرکے لے گیا ہوں تو کیا میں اپنی والدہ کے حق سے سبکدوش ہوگیا؟“ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا **لعله ان یکون بطلقة واحدة.** ”تیری پیدائش کے وقت تیری ماں نے دردوں اور تکلیفوں کے جس قدر جھٹکے اٹھائے ہیں شاید یہ خدمت ان میں سے ایک کا بدلہ ہو۔“ یہیں تک محدود نہیں بلکہ میرے آقا محمد ﷺ نے **ولا تقل لهما اف و لاتنهر هما** کا درس دے کر والدین کو اف تک کہنے سے منع کردیا ؎

خدا کے بعد بھیجو شکر تم ماں باپ کا لوگو
زباں سے اف نہ کرنا لاکھ ہو ان سے گلہ لوگو

سلام کو رواج دو

مرسلہ: محمد اسماعیل اظہر، غازی آباد (یوپی)

(۱) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے دریافت کیا کہ کون سا اسلام افضل اور بہتر ہے۔آپ نے فرمایا کھانا کھلانا اور ہر ملنے والے کو خواہ اس سے جان پہچان ہو یا نہ ہو سلام کرنا۔ (بخاری)

(۲) ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم جنت میں داخل نہیں ہوگے یہاں تک کہ تم ایمان لے آؤ اور تم ایمان نہیں لاؤ گے یہاں تک کہ تم ایک دوسرے سے محبت کرو۔کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتاؤں جس پر تم عمل کرو تو باہم محبت کرنے لگو۔(اور وہ بات یہ ہے) آپس میں سلام کو رواج دو۔(ابوداؤد)

(۳) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن سلامؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا، آپ فرماتے تھے کہ اے لوگو! سلام کو رواج دو۔ضرورت مندوں کو کھانا کھلاؤ۔صلۂ رحمی کرو اور اس وقت نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں۔اگر تم ایسا کروگے تو تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہوجاؤگے۔(ترمذی)

(۴) ترجمہ: حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔اے میرے بیٹے جب تم گھر جاؤ تو سلام کہو اس طرح تمہیں بھی برکت ملے گی اور تمہارے خاندان کو بھی۔ (ترمذی)

(۵) ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم بیمار کی عیادت کریں جنازے کے ساتھ جائیں۔چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دیں قسم کھانے والے کو اس کی قسم کے پورا کرنے میں مدد دیں مظلوم کی مدد کریں اور دعوت کے لئے بلانے والے کی دعوت قبول کریں اور سلام کو رواج دیں۔ (بخاری)

(۶) ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ لوگو تم میں سے اللہ تعالےٰ کی رحمت اور فضل کا زیادہ حقدار وہ شخص ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔ (ابوداؤد)

(۷) ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے ملے تو اسے سلام کہے پھر جب کوئی درخت یا دیوار یا پتھر ان دونوں کے درمیان حائل ہوجائے یعنی وہ ایک دوسرے سے اوجھل ہوجائیں اور بعد میں فوراً ہی آپس میں ملیں تو پھر ایک دوسرے کو سلام کہیں۔(ابوداؤد)

صلہ رحمی

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ذکریا کاندھلویؒ

عن ابی ھریرةؓ قال قال رجل یا رسول اللہ من احق بحسن صحابتی قال امّک قل ثم من قال امک قال ثم من قال امک قال ثم من قال ابوک وفی روایة قال امّک ثمّ امّک ثمّ امّک ثم اباک ثمّ ادناک فادناک (متفق علیہ کذافی المشکوٰة)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا کہ میرے بہترین تعلقات (احسان سلوک) کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ حضور نے ارشاد فرمایا ماں۔ پھر دوبارہ سہ بارہ ماں کو ہی بتایا پھر فرمایا کہ باپ۔ پھر دوسرے رشتہ دار الاقرب فالاقرب (جو جتنا قریب ہوا تنا ہی مقدم ہے)۔

فائدہ:۔اس حدیث شریف سے بعض علماء نے استنباط کیا ہے کہ حسنِ سلوک اور احسان میں ماں کا حق تین حصّے ہیں۔اور باپ کا ایک حصّہ۔اس لئے کہ حضور ﷺ نے تین مرتبہ ماں کو بتا کر چوتھی مرتبہ باپ کو بتایا اس کی وجہ علماء یہ بتاتے ہیں کہ اولاد کے لئے ماں تین مشقتیں برداشت کرتی ہے۔ حمل کی، جننے کی، دودھ پلانے کی۔اسی وجہ سے فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے کہ احسان اور سلوک میں ماں کا حق باپ پر مقدم ہے۔اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ وہ اپنی ناداری کی وجہ سے دونوں کے ساتھ سلوک نہیں کرسکتا تو ماں کے ساتھ سلوک کرنا مقدم ہے۔البتہ اعزاز اور ادب وتعظیم میں باپ کا حق ماں پر مقدم ہے۔اور یہ بھی ظاہر ہے کہ عورت ہونے کی وجہ سے ماں احسان کی زیادہ محتاج ہوتی ہے اور ان دونوں کے بعد دوسرے رشتہ دار ہیں جس کی قرابت جتنی قریب ہوگی اتنا ہی مقدم ہوگا۔ایک حدیث میں ہے کہ اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک کی ابتدا کرو اور اس کے بعد باپ کے ساتھ پھر بہن کے ساتھ پھر بھائی کے ساتھ **الاقرب فالاقرب** اور اپنے پڑوسیوں اور حاجت مندوں کو نہ بھولنا۔حضرت بہز بن حکیم اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے حضورؐ سے نقل کیا کہ حضورؐ میں سلوک واحسان کس کے ساتھ کروں؟ حضورؐ نے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ۔انہوں نے پھر یہی دریافت فرمایا حضورؐ نے پھر یہی جواب دیا اسی طرح تیسری مرتبہ بھی۔ چوتھی مرتبہ میں حضورؐ نے فرمایا باپ کے ساتھ احسان کرو۔ دوسری اور تیسری مرتبہ کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ باپ کے ساتھ احسان کرو۔ایک حدیث میں ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں جو جنت میں اس کو داخل کردیتی ہیں ضعیف پر مہربانی، والدین پر شفقت اور ماتحتوں پر احسان۔

(۲) عن انسؓ قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم من احب ان یبسط لہ فی رزقہٖ وینسالہ فی اثرہ فلیصل رحمہ (متفق علیہ کذافی المشکوٰة)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں وسعت کی جائے اور اس کے نشانات قدم میں تاخیر کی جائے اس کو چاہیئے کہ صلہ رحمی کرے۔

فائدہ:۔نشاناتِ قدم میں تاخیر کئے جانے سے عمر کی درازی مراد لی جاتی ہے۔اس لئے کہ جس شخص کی جتنی عمر زیادہ ہوگی اتنے ہی زمانہ تک اس کے چلنے سے نشاناتِ قدم زمین پر پڑیں گے اور جو مر گیا اس کے پاؤں کا نشان زمین سے مِٹ گیا اس پر یہ اشکال کیا جاتا ہے کہ عمر ہر شخص کی متعین ہے۔قرآن پاک میں کئی جگہ یہ مضمون صراحت سے مذکور ہے کہ ہر شخص کا ایک مقررہ وقت ہے جس میں ایک ساعت کی نہ تو تقدیم ہوسکتی ہے نہ تاخیر ہوسکتی ہے۔اس وجہ سے درازی عمر کو بعض علماء نے وسعت رزق کی طرح سے برکت پر محمول فرمایا ہے کہ اس کے اوقات میں اس قدر برکت ہوتی ہے کہ جو کام دوسرے لوگ دنوں میں کرتے ہیں وہ گھنٹوں میں کرلیتا ہے اور جس کام کو دوسرے لوگ مہینوں میں کرتے ہیں وہ اس کے کارناموں کے نشانات اور ذکر خیر اس کا جاری رہتا ہے۔بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس کی اولاد میں زیادتی ہوتی ہے جس کا سلسلہ اس کے مرنے کے بعد دیر تک رہتا ہے اور یہی وجوہ اس کی ہوسکتی ہیں۔جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کا قول سچا ہے، ارشاد برحق ہے، اس کی اطلاع دی ہے تو صورت اس کی جو بھی ہو اس کا حاصل ہونا یقینی ہے اور اللہ جل شانہٗ کی پاک ذات قادر مطلق اور مسبب الاسباب ہے اس کے لئے اسباب پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔وہ ہر چیز کو جس کو وہ کرنا چاہے ایسا سبب پیدا کردیتا ہے کہ عقلاء کی عقلیں دنگ رہ

جاتی ہیں۔اس لئے اس میں نہ کوئی اشکال ہے نہ کوئی مانع ہے مقدرات کا مسئلہ اپنی جگہ پر اٹل ہے لیکن اس دنیا کو اللہ جل شانہٗ نے دارالاسباب بنایا ہے اور ہر چیز کے لئے ظاہری یا باطنی سبب پیدا کیا ہے۔اگر ہیضہ کے بیمار کے لئے حکیم ڈاکٹر وغیرہ کے لئے ایک ایک منٹ میں آدمی دوڑ سکتا ہے کہ شاید اس دوا سے فائدہ ہو اُس دوا سے فائدہ ہوتا کہ عمر باقی رہے حالانکہ وہ ایک مقررہ متعینہ چیز ہے۔پھر کوئی وجہ نہیں کہ بقاء عمر کے لئے اس سے زیادہ جدو جہد صلہ رحمی میں نہ کی جائے۔اس لئے کہ اس کا بقاء اور طولِ عمر کے لئے سبب ہونا یقینی ہے اور ایسے حکیم کا ارشاد ہے جس کے نسخہ میں نہ کبھی غلطی ہوئی ہو۔اور ان معمولی حکیم ڈاکٹروں کے نسخوں اور تشخیص میں غلطیوں کے سینکڑوں احتمالات ہیں۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پاک ارشاد جو اوپر گزرا مختلف احادیث میں مختلف عنوانات سے وارد ہوا ہے۔اس لئے اس میں تردد نہیں۔ایک حدیث میں حضرت علیؓ سے نقل کیا گیا کہ جو شخص ایک بات کا ذمہ لے لے میں اس کے لئے چار باتوں کا ذمہ لیتا ہوں۔جو شخص صلہ رحمی کرے اس کی عمر دراز ہوتی ہے، اعزہ اس سے محبت کرتے ہیں، رزق میں اس کے وسعت ہوتی ہے اور جنت میں داخل ہوتا ہے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا کہ تین باتیں بالکل حق (اور پکی ہیں) جس شخص پر ظلم کیا جائے اور وہ چشم پوشی کرے اس کی عزّت بڑھتی ہے جو شخص مال کی زیادتی کے لئے سوال کرے اس کے مال میں کمی ہوتی ہے۔جو شخص عطا اور صلہ رحمی کا دروازہ کھول دے اس کے مال میں کثرت ہوتی ہے فقیہ ابواللیث فرماتے ہیں کہ صلہ رحمی میں دس چیزیں قابل مدح ہیں۔ اوّل یہ کہ اس میں اللہ جل شانہٗ وعم نوالہٗ کی رضا و خوشنودی ہے کہ اللہ پاک کا حکم صلہ رحمی کا ہے۔دوسرے رشتہ داروں پر مسرت پیدا کرنا ہے اور حضورؐ کا پاک ارشاد ہے کہ افضل ترین عمل مومن کو خوش کرنا ہے۔تیسرے اس سے فرشتوں کو بھی بہت مسرّت ہوتی ہے۔چوتھے مسلمانوں کی طرف سے اس شخص کی مدح اور تعریف ہوتی ہے۔پانچویں شیطان علیہ اللعنۃ کو اس سے بڑا رنج و غم ہوتا ہے۔چھٹے اس کی وجہ سے عمر میں زیادتی ہوتی ہے۔ساتویں رزق میں برکت ہوتی ہے۔آٹھویں مردوں کو اس سے مسرّت ہوتی ہے کہ باپ دادا جن کا انتقال ہو گیا ان کو جب اس کی خبر ہوتی ہے تو ان کو بڑی خوشی اس سے ہوتی ہے۔نویں آپس کے تعلقات میں اس سے قوت ہوتی ہے۔جب تم کسی کی مدد کرو گے اس پر احسان کرو گے تمہاری ضرورت اور مشقت کے وقت میں وہ دل سے تمہاری اعانت کرنے کا خواہشمند ہوگا۔ دسویں مرنے کے بعد تمہیں ثواب ملتا رہے گا کہ جس کی بھی تم مدد کرو گے تمہارے مرنے کے بعد وہ ہمیشہ تمہیں یاد کر کے دُعائے خیر کرتا رہے گا۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن رحمٰن کے عرش کے سایہ میں تین قسم کے آدمی ہونگے ایک صلہ رحمی کرنے والا کہ اس کے لئے دنیا میں اس کی عمر بھی بڑھائی جاتی ہے، رزق میں بھی وسعت کی جاتی ہے اور اس کی قبر میں بھی وسعت کر دی جاتی ہے۔دوسرے وہ عورت جس کا خاوند مر گیا ہو اور وہ چھوٹی اولاد کی پرورش کی خاطر ان کے جوان ہونے تک نکاح نہ کرے تا کہ ان کی پرورش میں مشکلات پیدا نہ ہوں۔تیسرے وہ شخص جو کھانا تیار کرے اور یتامیٰ مساکین کی دعوت کرے۔حضرت حسنؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ دو قدم اللہ کے یہاں بہت محبوب ہیں ایک وہ قدم جو فرض نماز ادا کرنے کے لئے اٹھا ہو، دوسرا وہ قدم جو کسی محروم کی ملاقات کے لئے اٹھا ہو۔بعض علماء نے لکھا ہے کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ جن پر دوام اور استقلال سے اللہ جل شانہٗ کے یہاں ایسی نیکیاں ملتی ہیں جیسے کہ اونچے اونچے پہاڑ، اور ان کی وجہ سے رزق میں بھی وسعت ہوتی ہے۔ایک صدقہ کی مداوت تھوڑا ہو یا زیادہ، دوسرے صلہ رحمی پر مداومت چاہے قلیل ہو یا کثیر۔تیسرے اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا، چوتھے ہمیشہ باوضو رہنا، پانچویں والدین کی فرمانبرداری پر مداومت کرنا۔ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس عمل کا ثواب اور بدلہ سب سے جلدی ملتا ہے وہ صلہ رحمی ہے۔بعض آدمی گنہگار رہتے ہیں لیکن صلہ رحمی کی وجہ سے ان کے مالوں میں بھی برکت ہوتی ہے اور نیک اولاد میں بھی۔ایک حدیث میں ہے کہ صدقہ طریقہ کے موافق کرنا اور معروف (بھلائی) کا اختیار کرنا، والدین کے ساتھ احسان کرنا اور صلہ رحمی آدمی کو بدبختی سے نیک بختی کی طرف پھیر دیتا ہے۔عمر میں زیادتی کا سبب ہے، اور بری موت سے حفاظت ہے۔

عمر میں اور رزق میں زیادتی جتنی کثرت سے روایات میں ذکر کی گئی ہے اس کا نمونہ معلوم ہو گیا اور یہ دونوں چیزیں ایسی ہیں جن پر ہر شخص مرتا ہے اور دنیا کی ساری کوششیں انہیں دو چیزوں کی خاطر ہیں حضور ﷺ نے ان دونوں کے لئے بہت سہل تدبیر بتا دی کہ صلہ رحمی کیا کرے دونوں تمنائیں حاصل ہونگی۔اگر حضور ﷺ کے ارشاد کے حق ہونے پر یقین ہے تو پھر عمر اور رزق کی زیادتی کے خواہشمندوں کو اس نسخہ پر زیادہ سے زیادہ عمل کرنا چاہئے اور جو میسر ہو اقرباء پر خرچ کرنا چاہئے کہ رزقِ میں زیادتی کے وعدہ سے اس کا بدل بھی ملے گا اور عمر میں اضافہ مفت میں ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ باپ کے ساتھ حسن سلوک کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اس کے چلے جانے کے بعد تعلقات رکھنے والوں

کے ساتھ حسنِ سلوک کرے۔　　(رواہ المسلم)

فائدہ:۔ چلے جانے سے مراد عارضی چلا جانا بھی ہوسکتا ہے اور مستقل چلا جانا یعنی مر جانا بھی ہوسکتا ہے اور یہ درجہ بڑھا ہوا اس لئے ہے کہ زندگی میں تو اس کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک میں اپنے ذاتی اغراض کا شائبہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کے ساتھ تعلق کی قوت اور اچھا سلوک ان اغراض کے پورے ہونے میں معین ہوگا جو والد سے وابستہ ہیں لیکن باپ کے مرنے کے بعد ان کے ساتھ سلوک اور احسان کرتا اپنے ذاتی اغراض سے بالاتر ہوتا ہے اس میں باپ ہی کا احترام خالص رہ جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے ابن دینارؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ مکہ کے راستہ میں تشریف لے جارہے تھے راستہ میں ایک بدّو جاتا ہوا نظر آیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس کو اپنی سواری دے دی اور اپنے سر مبارک سے عمامہ اتار کر اس کی نذر کر دیا ابن دینارؒ نے عرض کیا کہ حضرت یہ شخص تو اس سے کم درجہ احسان پر بھی بہت خوش ہو جاتا (آپ نے عمامہ بھی دے دیا اور سواری بھی) حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اس کا باپ میرے باپ کے دوستوں میں تھا اور میں نے حضور ﷺ سے یہ سنا ہے کہ بہترین صلہ آدمی کا اپنے باپ کے دوستوں پر احسان کرنا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا تو حضرت ابن عمرؓ مجھ سے ملنے تشریف لائے اور یہ فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے میں کیوں آیا؟ میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ اپنے باپ کے ساتھ اس کی قبر میں صلہ رحمی کرے اس کو چاہئے کہ اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور میرے باپ عمرؓ میں اور تمہارے والد میں دوستی تھی اس لئے آیا ہوں کہ دوست کی اولاد بھی دوست ہی ہوتی ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے حضرت ابو اسید مالک بن ربیعہؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے قبیلہ بنو سلمہ کے ایک صاحب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ ''یا رسول اللہ! میرے والدین کے انتقال کے بعد ان کے ساتھ حسنِ سلوک کا کوئی درجہ باقی ہے؟'' حضور ﷺ نے فرمایا ہاں! ان کے لئے دُعائیں کرنا، ان کی مغفرت کی دُعا مانگنا، ان کے عہد کو جو کسی سے کر رکھا ہو پورا کرنا اور ان کے رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا، ان کے دوستوں کا احترام کرنا، ایک اور حدیث میں اس قصّہ کے بعد ہے۔ ''اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کیسی بہترین اور بڑھیا بات ہے۔'' حضور ﷺ نے فرمایا ''تو پھر اس پر عمل کرو۔''

☆☆☆

(بقیہ نومسلم امریکی انٹرنیٹ کے ذریعے اسلام)

کے لئے بے چین ہیں۔ FIND.ASP?ID=1838

۲۳ رسالہ ''پلر'' کو ۹۴ء میں ان کی سہیلی نے اسلام سے آشنا کرایا۔ اب جبکہ وہ اپنی واضح شخصیت قائم کر چکی ہیں تو انہیں کسی مسلمان قلمی ساتھی کی ضرورت ہے جس سے وہ اسلام کے بارے میں سوال و جواب کر سکیں۔ اس قلمی دوستی کے لئے وہ امریکہ یا پاکستان کو ترجیح دیتی ہیں۔ FIND.ASP?ID=2006

۲۵ رسالہ ''ثمینہ'' نے دو برس قبل اسلام قبول کیا۔ وہ شادی شدہ ہیں اور دنیا کی تمام مسلمان بہنوں سے ملنے کی انہیں شدید خواہش ہے جو کافی حد تک انٹرنیٹ کے ذریعے پوری ہوسکتی ہے۔ وہ مسلمان خواتین کی زندگی کے بارے میں جاننا چاہتی ہیں۔ FIND.ASP?ID=1831

۲۱ رسالہ **امانڈہ بال** اسلام کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جاننا چاہتی ہیں۔ وہ عربی اور ترکی زبان بھی سیکھنا چاہتی ہیں۔ جس کے لئے وہ کسی سہیلی کی تلاش میں ہیں تاکہ اسے اسلام کے بارے میں CHAT کرسکیں۔

FIND.ASP?ID=1918

۱۲ رسالہ ''لز پولو'' اپنی روح میں اسلام کی گہرائی محسوس کرتی ہیں۔ وہ کسی اسپینش اسپیکنگ سہیلی کی تلاش میں ہیں جو انہیں مذہب اسلام کے بارے میں معلومات دے۔ FIND.ASP?ID=1902

یہ وہ خواتین ہیں جو ایک آزادی نسواں کے علمبردار ملک امریکہ میں رہتے ہوئے بھی مذہب اسلام کے بارے میں اپنے اردگرد کے ماحول سے آزادانہ اسلامی معلومات حاصل کرنے میں کچھ مخصوص قسم کے مسائل کا شکار ہیں۔ لیکن پھر بھی وہ اسلام سے متعلق معلومات کے حصول کے لئے بے قرار ہیں۔ آج کا دور انٹرنیٹ کا دور ہے اور اسلام کی خواہش کرنا اور اس پر عمل کرنا ان کے لئے آج مشکل نہیں رہا۔ لہذا وہ بڑی کامیابی سے آج کی عورت ہونے کا ثبوت دے رہی ہیں اور جس نور کی شمع ان کے دلوں میں روشن ہو چکی ہے وہ اسے مزید منور کرنے کا عزم رکھتی ہیں۔

بشکریہ اردو نیوز)

(نوٹ) قارئین کو یہ جان کر بے حد خوشی ہوگی کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (لاہور) نے دنیا بھر کے لوگوں کو حقیقی مذہب اسلام سے روشناس کرانے کے لئے گذشتہ کئی سالوں سے انٹرنیٹ پر خالص دینی و دعوتی پروگرام دینا شروع کر دیا ہے اور خدا کا لاکھ لاکھ فضل و احسان ہے کہ ابھی کے ریکارڈ کے مطابق ہر ماہ اوسطاً دنیا کے ایک سو پچاس ممالک میں یہ پروگرام دیکھا جارہا ہے، اور ہر ماہ تقریباً پندرہ ہزار اشخاص اس انٹرنیٹ پر خالص اسلامی پروگرام دیکھتے ہیں اور ہر ماہ سیکڑوں لوگ مذہب اسلام کی صحیح واقفیت حاصل کر کے حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں۔ قارئین کی آگاہی کے لئے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا ویب سائٹ نمبر درج ہے، *www.aaiil.org (or) islam.it* کیا آپ بھی ملاحظہ فرما کر شکریہ کا موقع دیں گے۔

مع السلام وباللہ التوفیق　　(ادارہ)

خدمت دین کا کام

(قرآن وسنت کی روشنی میں)

محمد صالح نور، کراچی

ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ یہ دنیا کبھی نیکی اور راستبازی کی طرف دعوت دینے والوں سے خالی نہیں رہی اور مشیت ایزدی اور منشاء الٰہی کے تحت ہر اس دور میں جب ہمارا معاشرہ برائیوں اور بدیوں سے لبریز ہوتا جارہا ہے ضرور ایسے لوگوں کو پیدا کیا جاتا رہے جو اہلِ دنیا کو سیدھے راستہ کی طرف قدم زن ہونے کی دعوت دیتے چلے آئے ہیں۔ قرآن مجید نے اس سنت خداوندی کو بہت وضاحت کے ساتھ ہر دور کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے کہ جب بھی شیطانی قوتیں ابھر کر اس امر کے لئے کوشاں ہوجاتی ہیں کہ حق وصداقت کی مشعل کو بجھا دیا جائے تب ہی خُدا نے اپنی رحمت اور فضل سے ایسے لوگوں کو مستعد ومتحرک کیا جو بظاہر بہت کم تعداد میں، قلیل طاقت میں اور دنیاوی سامان سے محروم نظر آتے ہیں مگر نصرتِ خداوندی کی وجہ سے صلہ ہمیشہ انہیں کو ملتا رہا ہے۔

اس امر کی بہت واضح مثال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت سے قبل کے دور میں نظر آتی ہے جب معاشرہ پوری طرح مادّیت کی دلدل میں دھنس چکا تھا اور روحانیت کا نشان برائے نام رہ گیا تھا۔ ایسے حالات میں جب دنیا کی ہر برائی اہلِ عرب کی رگ رگ میں پوری طرح سرایت کرچکی تھی اور کوئی ایسا عیب نہ تھا جو اُن کے ظاہر وباطن کا حصّہ نہ بن گیا ہو۔ اور کوئی، دنیاوی برائی ایسی نہ تھی جس پر عمل کرکے اہلِ عرب فخر نہ کرتے رہے ہوں اور ان کی بیشتر آبادی نے عقل سے کام لینا چھوڑ دیا تھا جبھی تو وہ ہر قسم کے نجس میں گرفتار تھے اور عقل سے کام نہ لینے والی اقوام کا یہی حال ہوتا ہے۔ جیسے قرآن کریم نے یوں بیان فرمایا ہے:۔

''اور کسی شخص کو توفیق نہیں ملتی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر ایمان کی نعمت حاصل کرسکے، اور اللہ تعالےٰ گندگی اور پلیدی کو انہیں لوگوں پر ڈالتا ہے جو عقل سے کام نہیں لیتے۔'' (سورۃ یونس: آیت ۱۰۰)

اس گندگی اور پلیدی کو دور کرنے کے لئے جب خدا تعالیٰ کی رحمت جوش مارتی ہے تو وہ ایسے لوگوں کو چن لیتی ہے جس کو اہل دنیا کی نظر میں کم تر اور کمزور نظر آتے ہیں مگر خدا کے ہاں ان کی قبولیت مسلّم ہوتی ہے کہ ان کے اعمال پسندیدہ اور ان کی اغراض بے لوث ہوتے ہیں۔ یہ لوگ جب اہلِ دنیا کو نیکی کی تعلیم دیتے ہیں تو اُن کا مقصد محض اعلائے کلمۃ اللہ اور صراطِ مستقیم کی نشاندہی ہوتی ہے کوئی دنیاوی غرض اور منفعت اس سے مراد نہیں ہوتی کہ ان کا مقصد وحید لوگوں کو شیطان کی راہوں سے ہٹا کر رحمان کی راہوں پر چلانا ہوتا ہے۔ اور اس میں عامۃ الناس کی بہبودی کا راز پنہاں ہوتا ہے۔ گو دعوت الی الخیر کا کام تمام افراد پر فرض کیا جاتا ہے تاہم تمام کے تمام اس عظیم الشان کام کے لئے اپنے آپ کو وقف نہیں کرسکتے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے چند دردمند دل رکھنے والوں اور ہمت واستقلال اور ایثار وقربانی سے کام لینے والوں کو اس عظیم کام کے لئے آگے آنے کی دعوت دی ہے کہ وہ صرف اسی غرض کے لئے اپنی زندگیوں کو وقف کردیں جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے۔

''اور مومنوں کو یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ سب کے سب نکل پڑیں بلکہ ایسا ہو کہ ان کی ہر ایک شاخ سے ایک گروہ نکلے تاکہ وہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور اپنی قوم کو ڈرانے کا فرض بجالائیں تاکہ جب وہ ان کی طرف لوٹ کر جائیں تو وہ بھی بچیں۔'' (التوبہ آیت ۱۲۲)

اس گروہ کے ذمہ داروں کو خدمتِ دین کے بہت عظیم فرائض سپرد کئے گئے ہیں۔ اول تو دعوت الی الخیر فی نفسہٖ یہ ایک بہت عظیم کام ہے اور جب انسان خدا تعالیٰ کے احکامات کی طرف دعوت دیتا ہے تو اس کی ذمہ داریاں اس لحاظ سے بہت بڑھ جاتی ہیں کہ اس کا عمل بھی اس تعلیم کے مطابق ہو جو دوسروں تک پہنچاتا ہے۔ اور اگر کہیں بھی قول وفعل میں تضاد پیدا ہو تو وہ اچھے ثمرات پیدا نہیں کرسکتا۔ اور یقیناً ایسے لوگ اپنے اقوال میں وہ تاثیر نہیں

رکھتے جوان لوگوں کو حاصل ہے جن کے قول و فعل ایک جیسے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دعوت الی الخیر کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے ان لوگوں کو جو فرائض انجام دیتے ہیں، فلاح کی بشارت بھی دی ہے۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے۔

''اور چاہئے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو، جو بھلائی کی طرف دعوت دے اور اچھے کاموں کا حکم دے اور بُرے کاموں سے روکے اور یہی لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔'' (آل عمران آیت ۱۰۴)

خدا کے فرمودہ کے عین مطابق ساری کی ساری جماعت اس کام کے لئے اپنے اوقات کی قربانی نہیں دے سکتی۔ ضرورت ہے کہ جماعت کے دردمند نوجوان آگے آئیں اور مرکز میں آکر علم دین سے واقفیت حاصل کریں۔

آج دنیا کی نجات اور فلاح و بہبود کا راز صرف اور صرف قرآن کریم کے چشمۂ صافی میں مضمر ہے۔ کوئی چیز آج انسانیت کو مصائب وآلام سے نجات نہیں دے سکتی، مگر قرآن کریم۔ اور کوئی چیز اس وقت مادیت کی دلدل سے نکال کر روحانیت کے اعلیٰ مدارج تک کسی کو نہیں لے جاسکتی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبّہ اور سنت مبارکہ۔ یہ مفت کا ثواب ہے لیکن خدا تعالیٰ کی مرضی تو بہرحال پوری ہوتی ہے بقول حضرت بانیٔ سلسلہ کہ:۔

بمفت ایں اجر نصرت رادت ہند اے اخی دانہ
قضائے آسمان است ایں بہرحالت شود پیدا

موجودہ حالات میں اس راہ کی مشکلات پر نظر جانا لازمی امر ہے۔ سو یاد رکھیں کہ حق وصداقت کا نام لینے والوں کے ساتھ ازل سے یہی ہوتا آیا ہے۔ بظاہر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرنے والوں کے ایسے ہی حالات ہوتے ہیں۔ مگر جب انسان خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر اور محض اس کے مقاصد کو پورا کرنے کے لئے میدان میں آجاتا ہے تو اس میں غیرتِ خداوندی شامل ہوکر نصرت فرماتی ہے۔ اور یہ کام ہمیشہ سے وہی لوگ سرانجام دیتے چلے آئے ہیں جو بادی النظر میں قلیل اور کمزور نظر آتے ہیں۔ مگر جب خدا کی مدد شامل حال ہوجاتی ہے تو یہی حقیر کوششیں مثمر ثمراتِ حسنہ ہوکر سامنے آتی ہیں۔ ایسے ہی کمزور اور قلیل گروہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

''ان لوگوں نے کہا جو یقین رکھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملنے والے ہیں کہ بسا اوقات چھوٹا گروہ محض اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی نصرت سے بڑے گروہ پر غالب آجاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔'' (سورۃ البقرہ: آیت ۲۴۹)

اللہ تعالیٰ کی اس یقین دہانی کے بعد آیئے ہم عزم کریں کہ ہم خدمت دین کے لئے اپنا تن من دھن قربان کرنے سے کبھی دریغ نہیں کریں گے۔ جب یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے تو وہ یقیناً ہمارا حافظ وناصر ہوگا اور ہماری استعانت فرمائے گا کہ ہم محض اس کے نام کو اور کام کو کرنے کے لئے اس راہ پر چلے ہیں اور خدا تعالیٰ کی رضا کی راہوں پر چلنے والے کبھی ناکام نہیں ہوتے۔

خدمتِ دین کی اہمیت کا ذکر کرنے کے بعد اور نصرتِ خداوندی کے ہر حالت میں ساتھ دینے کے تذکرہ کے بعد جماعت کے احباب سے یہ گذارش کرنا مقصود ہے کہ وہ اپنے نوجوانوں کو خدمتِ دین کے لئے آگے لائیں اور تعلیم وتربیت اور اعلائے کلمتہ اللہ کے آداب سے آشنائی کے لئے مرکز میں بھجوائیں۔ ہمارا کام کوشش کرنا ہے برکت ڈالنا اللہ تعالیٰ کی رضا پر منحصر ہے۔ حضرت مرزا صاحب اسی غرض کے لئے بلاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:۔

بکوشید اے جواناں تابدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملّت شود پیدا

☆☆☆

(بقیہ علماء ربانی کی پھٹکار.....)

کیا محمد عبدالرحیم صاحب قریشی مضمون نگار حضور صلعم کے احکام سن کر حضرت اسامہ بن زیدؓ کی طرح اپنے کافر کہنے کے فتویٰ سے نادم یا دستبردار ہونے کی جرأت کریں گے؟

صاف دِل کو کثرت اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوف کردگار

حضرت مرزا غلام احمدؑ کا ربانی کلام سُنئے اور حق کی گواہی دیجئے۔

مسلمانیم از فضلِ خدا مصطفٰیؐ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسلؐ خیرالانامؐ ہر نبوت را بروشد اختتام
ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین دل سے ہیں خدام ختم المرسلینؐ
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں خاک راہ احمدؐ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے جان ودِل اس راہ پر قربان ہیں
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب کیوں نہیں لوگو! تمہیں خوفِ عقاب

☆☆☆

نومسلم امریکی انٹرنیٹ کے ذریعے اسلام سے قریب ہورہے ہیں

نوعمر مسلمان اسلام قبول کر کے اپنے مسائل، عقائد اور دیگر معلومات کے لئے انٹرنیٹ ہی کی مدد حاصل کررہے ہیں۔

سمیرہ عزیز، جدہ

دور جدید میں انٹرنیٹ اپنے مثبت پہلوؤں کے ساتھ بڑا کارگر ثابت ہورہا ہے۔ یہ زندگی کے ہر شعبے میں اپنی اہمیت منوا رہا ہے۔ آج یہ اسلام کے فروغ میں بھی اہم کردار ادا کررہا ہے۔ انٹرنیٹ امریکہ کی وزارت دفاع نے ''اربانیٹ'' کے نام سے ایجاد کیا تھا۔ بعد میں یہ ترقی کی منازل طے کرتے ہوئے عام لوگوں میں انٹرنیٹ کے نام سے معروف ہوا۔ آج امریکہ میں ہی نومسلم نوجوان انٹرنیٹ کے ذریعے اسلام کے بارے میں جاننے کے لئے بے چین نظر آتے ہیں۔ یہ نوعمر مسلمان اسلام قبول کر کے اپنے مسائل، عقائد اور اس حوالے سے دیگر معلومات کے لئے انٹرنیٹ ہی کی مدد حاصل کررہے ہیں۔ انہیں ''انٹرنیٹ'' پر ای میل (E-mail) کے ذریعے قلمی دوستی کا راستہ اور اسلام کے بارے میں گفتگو کرنے کے لئے سہل ترین نظر آتا ہے جس سے وہ دوستانہ ماحول میں بلاجھجک اپنے خیالات کا اظہار کرسکتے ہیں۔

امریکہ جہاں ہر قوم و نسل کے لوگ آباد ہیں، مذہب اسلام نے وہاں اپنے رہنما اصولوں کے ذریعے اپنی افادیت ظاہر کردی ہے آج وہاں کی وہ نوجوان نسل جو خیر اور شر میں تمیز رکھتی ہے۔ اسلام کی طرف راغب ہورہی ہے۔ وہ مذہب اسلام کے بارے میں مزید جاننے کے لئے بے چین ہے اور اس مقصد کے لئے ان کے پاس سب سے قریبی ذریعہ انٹرنیٹ ہے۔

WWW.JUGON.COM/PENPALS/ARCHIVES وہ ویب سائٹ ہے جو ایک دفتر خانے کی شکل میں ان تمام پر تجسس نومسلموں کے لئے ایک پلیٹ فارم کی طرح ہے جس میں وہ اپنے لئے اسلام کے بارے میں مدد حاصل کررہے ہیں۔ آیئے ان میں سے کچھ خوش نصیب نوعمر نومسلم خواتین سے ملیں جو اسلام کے حوالے سے قلمی دوستی کے ذریعے گفتگو کرنے کی خواہش مند ہیں۔

۲۲ رسالہ **فاطمہ** کا تعلق پہلے سکھ مذہب سے تھا انہیں ایک ایسی بہن کی ضرورت ہے جو انہیں نماز اور دیگر اسلامی طریقوں کے بارے میں بتا سکے۔ نیز وہ کسی ایسے بھائی یا بہن سے بھی قلمی رابطہ O یا (CHAT) کرنا چاہتی ہیں جو ماضی میں ان کی طرح سکھ رہے ہوں تا کہ وہ مذہب اسلام کی پیروی کرنے پر اپنے خاندان کی طرف سے پیدا کردہ مشکلات پیش آنے کے وقت مشورہ کرسکیں اور معاملے کو سلجھانے میں مدد لے سکیں۔ FIND.ASP?ID=1891

۲۲ رسالہ ''**اولیویا**'' کو عربی سیکھنے میں مدد درکار ہے۔ انہیں عربی زبان سے تب سے رغبت حاصل ہوئی ہے جب انہیں معلوم ہوا کہ یہ اسلام کی زبان ہے۔ FIND.ASP?ID=1953

۲۹ رسالہ ''**سحر**'' نے اسرائیلی فلسطینی جنگ کے پس منظر سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔ انہیں کسی ایسے ساتھی کی ضرورت ہے جنہیں اسلام قبول کرنے کے بعد کچھ مسائل درپیش آئے اور انہوں نے ان پر قابو پالیا۔ نیز وہ اسلام کے حوالے سے بہت سے مسلمانوں کو مختلف علاقوں میں درپیش مسائل پر گفتگو کرنے کی خواہش مند ہیں۔ FIND.ASP?ID=1934

۲۰ رسالہ ''**ٹائرینہ**'' کو کسی ایسے ساتھی کی ضرورت ہے جو انہیں اسلام کے بارے میں صحیح طریقے اور عبادات وغیرہ سکھائے۔ FIND.ASP?ID=1879

۲۳ رسالہ '' **حلیمہ**'' تو اسلامی مسائل اور دنیا میں ہونے والے اسلامی واقعات پر گفتگو کی خواہش مند ہیں وہ میڈیکل اسکول کی طالبہ ہیں۔ FIND.ASP?ID=1936

۱۹ رسالہ ''**اینجیلا آسیہ فلپس**'' اپنے عیسائی خاندان کے ساتھ رہتی ہیں۔ نیز ان کے علاقے میں مسجد ۷۰-۶۰ میل کے فاصلے پر ہے جہاں وہ ہمیشہ نہیں جاسکتیں۔ انہوں نے انٹرنیٹ ہی کے ذریعے مسلمان ہونے کی سند حاصل کرلی ہے۔ انہیں اب کسی ایسی بہن کی تلاش ہے جس سے وہ اپنی اسلامی تعلیم کے بارے میں گفتگو کرسکیں اور جو کچھ انہوں نے سیکھا ہے اس کے بارے میں تبادلہ خیال کرسکیں۔ FIND.ASP?ID=1942

۲۱ رسالہ ''**کمبرلی اسٹیورٹ**'' کو جنون کی حد تک اسلام کے بارے میں جاننے اور سیکھنے کا شوق ہے تا کہ وہ دیگر اچھے مسلمانوں کی طرح قابل رشک زندگی گزار سکیں۔ FIND.ASP?ID=1929

۱۴ رسالہ '' **جوانا**'' اسلامی ممالک کے بارے میں جاننا چاہتی ہیں۔ وہ کسی سچے مسلمان کی روزمرہ زندگی کے بارے میں بھی جاننے کی خواہش مند ہیں۔ ان کے دل میں اسلام کی شمع روشن ہے۔ FIND.ASP?ID=1883

۲۲ رسالہ '' **خدیجہ**'' اسلام شادی شدہ ہیں اور کسی بہن سے اسلام کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے

(باقی صفحہ ۲۱ پر)

شکوہ ملت کے انتشار کا........

صابر صدیقی
98، گیان گنج، رڑکی یونیورسٹی، رڑکی

اللہ ایک، رسول ایک، قرآن ایک، شریعت ایک، لیکن فرقے انیک۔ یہ ہے آج کے عالم اسلام کی تصویر، مسلمان جہاں ہے تفرقے کا شکار ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے جس سے انکار ممکن نہیں۔ الزام اوروں پر ڈال کر خود بری الذمہ ہوجانا ہماری عادت بن چکی ہے۔ مرض پرانا ہے اور گمبھیر بھی۔ ضروری ہے کہ مرض کی صحیح تشخیص بھی ہو اور علاج بھی مناسب تجویز کیا جائے۔ کیا یہ بات بعید از حقیقت ہے کہ امت اس وقت بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہے۔ جن میں سے ہر فرقہ خود کو صراط مستقیم پر مانتے ہوئے دوسرے فرقوں سے دوری برقرار رکھنے بلکہ نفرت کرنے تک کو صحیح قرار دیتا ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ بچپن سے ہی ایک خاص تصویر دوسرے فرقوں کی بچوں کے سامنے بنائی جاتی ہے۔ جس کے خدوخال منفی رنگوں سے اجاگر کئے جاتے ہیں؟ کیا یہ درست نہیں کہ ہم بڑے ہی اوروں کے لئے دلوں میں نفرتوں کا ابال لے کر ہوتے ہیں؟ قدم قدم پر کفر کے فتوے ایک دوسرے کے خلاف، ذرا ذرا سے اختلاف پر الزامات اور دشنام طرازیاں، یوں لگتا ہے جیسے ہر مسلمان بچہ ہو کہ بالغ، چلتا پھرتا انسانی بم ہے یا بارود کا ایک گولہ، بس ماچس دکھانے کی دیر ہے، پھٹ جائے گا اور لپیٹ میں اپنے ہی ہم مذہبوں کو لیتا ہوا فرقہ وارانہ فساد کا موجب بن جائے گا۔

اگر واقعی مرض کا علاج کرنا ہے تو اسباب پر بحث ضروری ہے۔ کون ذمہ دار ہے اس تفرقے کے لئے؟ آج جو صورت حال ہے اس میں نشتر ذرا گہرا اتارنا پڑے گا۔ محض لیپا پوتی سے کام نہیں چلے گا۔ دانشوروں میں ہر دانشور، علماء حضرت میں ہر عالم ان اسباب سے پوری طرح واقف ہے صرف زبان پر لانے سے گریز کرتا ہے۔ کیا کوئی ایسا بھی خوف ہے جو خدا کے خوف سے بڑا ہو؟ دلوں کو کرید کر دیکھئے تو اتحاد اور محبت کے دھاگے خود ہاتھ آجائیں گے۔ یہ شکوک وشبہات کی فرقہ وارانہ نفرت اور مسلکی تکبر کی کثافت دلوں پر چھائی ہوئی ہے ذرا چھٹے تو اتحاد اور محبتوں کا سورج طلوع ہو۔ لیکن اس کے لئے سچ مچ بڑی محنت، بڑی لگن اور سب سے زیادہ دیانتداری اور خدا ترسی کی ضرورت ہے۔ کیا یہ اوصاف ہم میں موجود ہیں؟

کیا ہم اپنے بچوں کو اپنی نئی نسل کو سب سے محبت کرنا سکھا سکتے ہیں؟ کیا ہم وہ راستہ اختیار کر سکتے ہیں جس پر سب ساتھ چلیں، جو ایک دوسرے کو کاٹتی ہوئی پگڈنڈیوں میں تقسیم نہ کر سکے۔ اگر ایسا ممکن ہے تو وقت بانہیں پسارے اب بھی آپ کا منتظر ہے، ورنہ تفرقے کی گہری ہوتی کھائی ہمارا مقدر ہے۔

ہندؤں اور مسلمانوں کا اگر موازنہ کریں تو بڑی عجیب سی حقیقت سامنے آتی ہے۔ ہندو کٹر پنتھی جب اپنے کٹرپن پر آتا ہے تو مسلمانوں، عیسائیوں، آدی واسیوں سب کو ہندتو کے دائرے میں کھینچ لاتا ہے۔ سب ہندو ہیں بس عبادت کے طریقے الگ الگ ہیں۔ اس کے برخلاف جب مسلمان اپنی مسلمانیت کا مظاہرہ کرتا ہے تو اپنے فرقے کے علاوہ باقی تمام فرقوں کو دائرہ اسلام سے نکال کر باہر کھڑا کر دیتا ہے۔ دفتر کفر سازی کھلا ہے، فتووں کی فائلیں شب و روز تیار ہوتی رہتی ہیں، پھر بھی شکوہ ہے کہ ملت تفرقے کا شکار ہے۔

(نوٹ) یہ مضمون روزنامہ راشٹریہ سہارا دہلی (۱۱/اگست ۲۰۰۲ء) سے لیا گیا ہے۔ اس میں مضمون نگار جناب صابر صدیقی صاحب نے مسلمانوں کے درمیان فرقہ بندی اور ایک دوسرے پر تکفیر بازی کا ذکر کر کے امت مسلمہ کی گرتی ساکھ کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اسی ضمن میں انہوں نے کئی سوالات اٹھائے ہیں جن کا جواب ٹھنڈے دل سے دینا نہایت اشد ضروری ہے۔ فاضل مضمونگار نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ جب سب کچھ ہمارا ایک ہے تو پھر ہم الگ الگ کیوں؟

جماعت احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ نے آج سے تقریباً سو سال پہلے اسی تحریک کو لے کر میدان میں اترے تھے لیکن اس وقت کے علماء ان کو غلط سمجھ بیٹھے مگر آج انہیں کی تحریک اور ان کی تحریروں کی روشنی میں حضرت مرزا صاحب کے مخالفین بھی قلم اٹھانے پر مجبور ہیں۔

ہم کلمہ طیبہ کی بنیاد پر سبھی مسلم بھائیوں کی خدمت میں دردمندانہ اپیل ہے کہ ایک ہوجائیں، نیک ہوجائیں اور عالم انسانیت کے لئے نمونہ پیش کریں۔

☆☆☆

ماہنامہ ''اللہ کی پکار'' میں محمد عبدالرحیم قریشی کے مضمون پر

علماء ربانی کی پھٹکار

از تاثیر کاشمیری

دہلی کے دینی ماہنامہ ''اللہ کی پکار'' ماہ فروری 2002ء کے صفحہ 43 پر مضمون نگار نے خدائی طاقت حاصل کر کے مضمون کا عنوان ''قادیانی [احمدی] مسلمان نہیں'' دے کر یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کے سلسلہ میں لکھا ہے:۔

''کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ایک دور میں لکھا کہ آنے والے مسیح کے لئے ہمارے سید و مولا نے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی ہے لیکن اب مسیح موعود ہونے کے دعویٰ کے ساتھ مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ بھی کر دیا اور اپنی ہی بات کو انتہائی بھونڈے انداز میں جھٹلایا اور کہا جس آنے والے مسیح موعود کا حدیثوں سے پتہ لگتا ہے ان کا ان ہی حدیثوں میں یہ نشان دیا گیا ہے کہ وہ نبی ہوگا۔ اور اُمتی ہوگا۔'') حقیقۃ الوحی دوسرا ایڈیشن تالیف و اشاعت قادیان و امرتسر ۱۹۲۳ء ص ۲۹)

جناب قریشی صاحب دیکھئے مولانا عبدالماجد مفسر قرآن عالم دین رحمتہ اللہ علیہ کیا فرماتے ہیں:۔

''کفر جو اصلاً ترجمہ ہے اللہ و رسول سے بغاوت و سرکشی کا، اس کے شواہد شاید مرزا صاحب کی تحریروں میں نہ مل سکیں بلکہ اس کے برعکس نصرتِ دین اور حمایت اسلام ہی کے جذبات کی افراط ملے گا۔''

[صدق جدید ۱۰/اگست ۱۹۵۱ء]

''آپ کو قادیانی دعووں میں اب تک جو بات سب سے زیادہ کھٹکتی رہی ہے، وہ یہی ہے کہ وہ کسی عنوان سے بھی سہی بہر حال یہ دعویٰ نبوت ایک اُمتی کی زبان سے نکلا کیوں کر لیکن حال ہی میں اتفاق سے اس کی ایک نظیر مولانائے روم کے کلام میں مل گئی اور وہ بھی .... مشہور و معروف اور مستند مثنوی ہی میں مرید اور پیر کے فضائل و مراتب کے سلسلہ میں ارشاد ہوا ہے ؎

چوں بداوی دست خود در دست پیر
پیر حکمت کو علیم است وخبیر
او نبی وقت خویش است اے مرید
زانکہ زونور نبی آید پدید

[دفتر پنجم بہ عنوان دربیاں آنکہ ماسوی اللہ ہر چیز نے اکل وماکول است]

یہاں صاف ارشاد ہو رہا ہے کہ **شیخ کامل نبی وقت ہوتا ہے** اس لئے کہ اس کے انوار، نور نبوت ہی کا پرتو ہوتے ہیں۔ بڑے بڑے علماء فضلاء عارفین مثنوی کی شرح لکھتے چلے آئے کسی نے اس طرز بیان پر نکیر نہ کی۔

(صدق جدید ۱۸/اگست ۱۹۵۲ء)

ایک اور عالم ربانی علامہ نیاز فتح پوری رحمتہ اللہ علیہ کیا فرماتے ہیں:۔

''میں نہیں سمجھتا کہ مرزا صاحب ختم نبوت کے قائل نہ تھے آپ اپنے خیال کی تائید میں جو سب سے قوی دلیل پیش کر سکتے ہیں وہ ''لا نبی بعدی'' [میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا] کی حدیث ہے لیکن اگر اسی کے ساتھ ''علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل'' [الحدیث]

(**میری امت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کی طرح ہوں گے**) والی حدیث کو بھی سامنے رکھا جائے اور دونوں کو متعارض نہ قرار دیا جائے تو یقیناً دونوں حدیثوں میں نبی کا مفہوم ایک دوسرے سے جدا ہونا چاہئے''[

نگار نومبر ۱۹۵۶ء بحوالہ ملاحظات فتحپوری ص ۲۹)

بہر حال حضرت مرزا صاحب کا ذاتی عقیدہ یہی ہے ''کہ ہر قسم کی نبوت بند ہے۔'' (ملفوضات ج ۵، ۱۹۰۳ء)

اللہ کا ارشاد ہے **ولا تقف مالیس لک بہ علم** [القرآن] جس بات کا علم تجھے نہیں وہ بات نہ کہہ! جناب عبدالرحیم قریشی صاحب حضرت مولانا نیاز فتحپوری علیہ رحمت کی شہادت پر غور کریں اور نادانستہ کسی ایرے غیرے کی بات سن کر لاعلمی میں مقدس انسانوں کی توہین اور نعوذ باللہ خدائی منصب کو اپنے ہاتھ میں لینے کا جرم نہ کریں بلکہ اللہ سے توبہ و استغفار کر کے سعادت اخروی حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

سنئے علامہ نیاز فتحپوری کی شہادت حقہ۔

جب میں نے خود اس جماعت [احمدیہ] کے لٹریچر اور اس کے عملی پہلو کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ یہ مخالفت محض بر بنائے عصبیت ہے اور جو الزامات مرزا صاحب موصوف پر قائم کئے جاتے ہیں ان میں صداقت کا شائبہ تک نہیں سب سے بڑا الزام .....کہ وہ ختم نبوت کے قائل نہ تھے حالانکہ اس سے زیادہ لغو یعنی الزام کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا وہ [مرزا صاحب] یقیناً ختم نبوت کے قائل تھے۔

اور غالباً اسی شغف وشدّت کے ساتھ جو ایک سچے عاشق رسول ﷺ میں پایا جانا چاہیئے وہ اپنے آپ کو بربنائے تقلید نبویؐ، رسول کا سایہ اور اسوۂ نبویؐ کا مظہر ضرور قرار دیتے تھے۔ سو یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہر شخص جو رسول اللہؐ کی زندگی کو سامنے رکھ کر اُس کی تقلید کرے وہ **''ظلِ نبویؐ''** کہلایا جائے گا اور اگر مرزا صاحب نے عملاً اس کو کر دکھایا تو وہ یقیناً ظلِ نبویؐ بھی تھے اور بروز اُسوۂ رسول بھی۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ لوگ نہ احمدی جماعت کے لٹریچر کا مطالعہ کرتے ہیں اور نہ ان کے کارناموں کو دیکھتے ہیں محض سُنی سنائی بات پر اعتماد کرکے اس کی طرف سے بدظن ہوجاتے ہیں۔'' (نگار مئی ۱۹۶۲ء بحوالہ ملاحظات نیاز فتحپوریؒ ۱۱۳+۱۱۴) حضرت علامہ نیاز فتحپوری رحمتہ اللہ فرماتے ہیں ''مرزا غلام احمد صاحب کا تعلق بانیٔ شریعت سے حد درجہ والہانہ وصاحبدلانہ تھا اور ذات نبویؐ کے ساتھ جو خلوص وشغف ان میں [مرزا صاحب میں] پایا جاتا تھا [قول وفعل دونوں میں] اس کی مثال اس عہد میں مشکل ہی سے کہیں اور مل سکتی ہے فرماتے ہیں:۔

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم — گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

میں خدا تعالیٰ کے بعد محمد رسول اللہ ﷺ کے عشق میں سرشار ہوں اگر اسی بات کا نام کفر ہے تو بخدا [قسم خدا کی] میں سخت کافر ہوں۔

ہر تار و پودِ من بسراید بعشق او — از خود تہی واز غم آں دلستاں پُرم

آپؐ کا عشق میرے وجود کے ہر رگ وریشہ میں سرایت کر چکا ہے میں اپنے آپ سے خالی اور اس محبوبؐ کے غم سے پُر ہوں۔

من نیستم رسول ونیاوردہ ام کتاب — ہاں ملہم استم وز خداوند منذرم

میں رسول نہیں ہوں اور نہ ہی کوئی کتاب لایا ہوں۔ ہاں ملہم ہوں اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ڈرانے والا۔

جانم فدا شود بہ رہ دینِ مصطفیٰؐ — ایں است کام دل اگر آید میسرم

میری جان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین کی راہ پر فدا ہوجائے یہی میرے دل کی تمنا ہے کاش میسر آجائے۔

حیرت ہے کہ جس شخص کا دل رسول اللہؐ کے متعلق ایسے فدا کارانہ جذبات سے لبریز ہو اور جو صاف صاف یہ کہے کہ ''من نیستم رسول'' اس کی بابت یہ کہا جائے کہ وہ ختم نبوت کا قائل نہ تھا یا یہ کہ وہ خود رسول بن کر متوازی شریعت اپنی علیحدہ قائم کرنا چاہتا تھا۔ (ان ھذا لظلم عظیم)

''آپؑ نے ۲/اکتوبر ۱۸۹۳ء **جامع مسجد دہلی** میں ایک کثیر مجمع کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ''میں اس خانۂ خدا میں صاف صاف اقرار کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء ﷺ کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور **جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں**'' میں آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین پر سچا اور کامل ایمان رکھتا ہوں۔'' [ایک غلطی کا ازالہ ص۳]

''خدا ایک ہے اور محمد ﷺ اس کے نبی اور خاتم الانبیاء ہیں۔''
(کشتی نوح ص۱۵)

آخر پر جناب محمد عبدالرحیم صاحب قریشی لاعلمی کی بنا پر مخالف احمدیت محمد الیاس برنی کی کتاب'' قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ'' سے چند حوالجات درج کرکے حضرت مرزا صاحب کو مورد الزام ٹھہرا کر ایک دینی رسالہ ''اللہ کی پکار'' کے دو صفحے سیاہ کردئے ہیں۔ امید ہے مضمون نگار صاحب اپنے علماء اسلام حضرت علامہ عبدالماجد مفسر قرآن دریا آبادی اور حضرت علامہ نیاز فتحپوری رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کی شہادت کو قبول کرکے اللہ و رسولؐ کے دربار میں سرخُروئی حاصل کریں گے۔

تصنیف مرزا صاحبؒ چشمہ مسیحی ص۴۱ حاشیہ اور سلسلہ تصانیف احمدیہ جلد سوئم احمدیہ انجمن لاہور ص۳۵/ازالہ اوہام ص ۵۷۵ پر جو حوالہ جات اپنے مضمون کے صفحہ۴۳ پر درج کئے اب مضمون بالا کی روشنی میں دوبارہ غور کریں جس سے علماء ربانی بالا کی تائید وتصدیق ہوگی۔

محترم قریشی صاحب! کسی کافر کو اسلام میں لانے کے لئے، داخل اسلام کرنے کے لئے کلمہ (لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کا اقرار کرایا جاتا ہے۔ یہ طریقہ حضورؐ کا اور آپ کے اصحابؓ کا اور چودہ سو سال سے اُمت محمدیہؐ کا یہ طریق دنیائے جہاں میں چلا آرہا ہے پس جس کلمہ سے کافر کو مسلمان بنایا جاتا ہے شائقین تکفیر اسی کلمہ کے قائلین کو کافر بنائیں پس کلمہ شریف کے قائل (پڑھنے والے) کو کافر کہنا پیغمبر آخر زمان ﷺ کی نافرمانی کا مرتکب ہونا ہے۔

صحیح بخاری کا مشہور واقعہ کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ ایک جنگ میں ایک دشمن کو قتل کرنے لگے تو اُس نے فوراً کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا لیکن اُسامہؓ نے باین ہمہ اُسے قتل کر دیا۔ جب حضرت رحمتہ للعالمین خاتم النبیین محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کو اس کی خبر پہونچی تو حضور ﷺ اُسامہ بن زیدؓ پر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا:۔

اقتلته بعد قال لاالٰه الا اللّٰه.

کیا تم نے [اے اسامہؓ] اسے کلمہ پڑھنے کے بعد قتل کیا؟ اور حضور صلعم یہاں تک اس کو دہراتے رہے کہ اُسامہؓ کہتے ہیں میں نے آرزو کی **کاش میں آج سے پہلے مسلمان ہی نہ ہوا ہوتا**۔ (کتاب المغازی باب بعث النبی اسامہ بن زیدؓ)

(باقی صفحہ ۲۳ پر)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا (رجسٹرڈ) کی سہ ماہی میٹنگ اور لوگوں کی آمد و شرکت

الحمدللہ! احمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا (رجسٹرڈ) کے ممبران بورڈ کی سہ ماہی میٹنگ حسب روایت بمقام دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا ڈی/۵۔جی/۱، دلشاد کالونی دہلی میں بروز سنیچر مؤرخہ ۲۷/جولائی ۲۰۰۲ء کو صبح گیارہ بجے شروع ہو کر دوپہر ۲/بجے اختتام پذیر ہوئی۔ اس کے بعد ظہر و عصر کی نماز باجماعت ادا کی گئی اور مہمانوں کے طعام کا اہتمام کیا گیا۔

اس میٹنگ میں ممبران بورڈ نے انجمن کے فنڈ اور انجمن کے داخلی امور و مسائل پر غور و خوض کیا۔ اور ''اشاعت اسلام'' کے کام کو جو کہ اس امت کا طرۂ امتیاز ہے۔ دور حاضر میں فروغ اور وسعت دینے کے لئے لائحہ عمل مرتب کیا اور انجمن کی ترقی و ترویج کے لئے چند قراردادیں بھی منظور کی گئیں۔

علاوہ ازیں دیگر نئے امور زیر بحث آئے جن پر سنجیدگی سے گفت و شنید ہوئی۔ بالخصوص مسلم بچے اور بچیوں کو دینی و دنیاوی تعلیم سے آراستہ و پیراستہ کرنے کے لئے اسکول، تربیت گاہیں اور تعلیمی سینٹرز، مسجد، لائبریری، یتیم خانہ، مہمان خانہ، ڈسپنسری کے قیام کے سلسلہ میں تبادلہ خیال ہوا۔ ساتھ ہی دین اسلام کی اشاعت میں آنے والی ہر رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے ایک جامع لائحہ عمل طے ہوا۔ ساتھ ہی سرکار سے ایک قطعہ اراضی خریدنے کی پہلے سے چل رہی مہم کو تیز تر کر دی گئی تاکہ ایک کثیر منزلہ عمارت کی تعمیر کا خواب جلد از جلد شرمندۂ تعبیر ہو سکے۔ جس میں مبلغین کی ٹریننگ اور ان کے طعام و قیام کا بھرپور نظم و نسق ہونے کے ساتھ ساتھ دفتری و مشاورتی اور جماعتی نظام کو بہتر سے بہتر بنانے کی سہولیات مہیا ہوں۔

حسب سابق اس مرتبہ بھی پر سہ ماہی میٹنگ کے موقع پر متفقین اور متلاشیان حق کی ایک کثیر تعداد موجود تھی جو دہلی اور بیرون دہلی کے دور دراز علاقوں سے تشریف لائے ہوئے تھے انہوں نے حضرات نے مسلسل تین روز تک افہام و تفہیم کے ذریعے اپنے قلوب کو مطمئن اور جوش و خروش کا مظاہرہ کیا۔

میٹنگ کے آخری دن بروز اتوار باضابطہ بلاتفریق مذہب و ملت ایک تقریری پروگرام کا اہتمام کیا گیا جس میں علمائے کرام اور دانشوران قوم نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ پروگرام کا افتتاح تلاوت قرآن شریف و نعتیہ کلام سے ہوا۔

پہلے مقرر کی حیثیت سے اتحاد بین المسلمین کے موضوع پر پُر مغز اور بصیرت افروز تقریر کرتے ہوئے مولانا اعجاز احمد شمسی (مدیر اعزازی ماہنامہ ''نوری دوپٹہ'') نے کہا کہ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان باہمی اختلافات کو یکسر فراموش کر کے نیز ایک دوسرے پر تکفیر بازی و لعن طعن سے گریز کرتے ہوئے اتحاد و اتفاق کے ایک دھاگے میں بندھ جائیں تاکہ دنیا میں مسلمانوں پر ہو رہے ظلم و ستم کا سد باب ممکن ہو سکے۔

اس کے بعد ایک ہونہار طالب علم نے اپنی مختصر تقریر کے ذریعہ لوگوں کو اخوت و محبت اور اتحاد و اتفاق کی دعوت دی۔ اس موقع پر ابھی چند سال پیشتر ''مانک چند جیسوال'' سے ''عبداللہ خان'' بنے نومسلم نے بھی اپنی مختصر سوانح عمری بیان کرتے ہوئے کہا کہ اسلام ایک امن پسند اور اخوت و بھائی چارگی کا علمبردار مذہب ہے۔ اسلام سے ہی ہم نے جینے کا صحیح مفہوم سیکھا۔

خصوصی طور پر تشریف لائے مہمان و دانشور جناب شیخ سلیم صاحب نے عنادین اسلام کی طرف سے ہو رہے قرآن پاک میں ترمیم کے مذموم مطالبے کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت مسلم دشمن عناصر مسلمانوں پر چوطرفہ حملے کی سازش کر رہے ہیں اور ہم ہیں کہ فرقوں میں تقسیم ہو کر اپنی قوت و طاقت کو منتشر کرنے میں جٹے ہوئے ہیں جب کہ وقت کا تقاضہ ہے کہ ہم متحد ہو کر دشمنوں کا قرآن کریم کی روشنی میں منہ توڑ جواب دیں اور قرآن کریم کی جن آیتوں پر دشمنوں نے اعتراض قائم کیا ہے ان کا انہیں آیات کی روشنی میں ایسا جواب دیں کہ ان کا منہ ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے۔ مولانا خالد مسعود ندوی نے جماعت کی ترقی و ترویج کے تئیں نہایت پر جوش انداز میں مشورہ دیا کہ جماعت کے کام کاز کو بڑھانے کے لئے ایک ایسا جامع اور مانع پروگرام مرتب ہونا چاہئے جس سے کہ جماعت میں شامل اور جماعت سے متفقین حضرات اپنے آپ کو مامون و محفوظ محسوس کریں۔

اس موقع پر اپنے خطاب میں احمدیہ انجمن جماعت دہلی کے سکریٹری جناب مفتی ممتاز عالم صاحب نے قرآن کریم کی اہمیت اور افادیت پر روشنی

ڈالتے ہوئے کہا کہ قرآن شریف کا سیکھنا، سکھانا اور سمجھنا اور سمجھانا بہت آسان ہے بشرطیکہ انسان کوشش کرے۔ اور غور وفکر سے کام لے، قرآن پاک ہی ایسا قانونی کتاب ہے جو قیامت تک لوگوں کے لئے ہدایت ہے انسان اگر آج بھی اس پر عمل پیرا ہو جائے تو دونوں جہاں کی کامیابی اس کے قدم چومے گی۔

بعدہٗ جماعت دہلی کے صدر جناب عبدالغفار نے اتحاد و یکجہتی کی ترجمان کرتی ایک نظم ع ''یارو خودی سے باز بھی آؤ گے یا نہیں؟'' پڑھ کر سامعین کے قلوب کو محظوظ کیا۔ اور انہوں نے کہا کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا ہندو مسلم اتحاد کا قیام چاہتی ہے اور قومی یکجہتی کے لئے ابتداء ہی سے کوشاں ہے اور یہی اس جماعت کا نصب العین ہے۔

آخر میں احمدیہ انجمن کے سرپرست جناب شوکت اے علی صاحب نے سامعین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اور حاضرین کو انجمن کے پروگرام اور پالیسوں سے آگاہ بھی کیا۔ موصوف اس موقع پر اپنے خطاب میں قرآن پاک کو مشعل راہ بتاتے ہوئے کہا کہ قرآن پاک ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور اس کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچانا ہم سبھی کا فرض ہے۔ جناب عبدالغفار صاحب (صدر جماعت دہلی) کی دعاء پر میٹنگ وتقریری پروگرام بحسن وخوبی انجام پایا۔ واضح ہو کہ پروگرام کی صدارت وسرپرستی جناب شوکت اے علی صاحب، اور نظامت کے فرائض مولانا ارشد صاحب قاسمی نے انجام دئے۔

اس میٹنگ و پروگرام میں ممبران بورڈ کے علاوہ جن حضرات نے خصوصی شرکت کی ان میں جناب ایم عتیق الرحمٰن صاحب (ایڈوکیٹ سپریم کورٹ) جناب مفیض جیلانی (راشٹریہ سہارا ہندی) مفتی نوشاد عالم صاحب مظاہری، مولانا ابراہیم صاحب مفتاحی، جناب قاری سعید احمد صاحب میرٹھی، محترمہ قمر جہاں صاحبہ (پرنسپل اقراء پبلک اسکول نئی سیماپوری) جناب بہار حیدر صاحب (زید نیوز) ایس اے بیتاب صاحب (ایڈیٹر: ''ہم کریں گے سمادھان'') مولانا اعجاز احمد رزّاقی صاحب (ایڈیٹر: قومی سہارا) مولانا عظیم الدین واعظ صاحب (چیف ایڈیٹر آئینہ حق) محمد مطلوب عالم (پندرہ روزہ راہ نجات) شعیب خاں (زید نیوز) اور جناب احمد پاشا حیدرآبادی کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ یہ میٹنگ گذشتہ کے مقابلہ میں بہت کامیاب رہی، میٹنگ کے بعد بھی لوگوں کی آمد ورفت کا سلسلہ ہنو جاری ہے اور محققین ودانشوران قوم حضرات یکے بعد دیگر حضور ﷺ کے فرمان کا پاس ولحاظ رکھتے ہوئے حضرت امام الزماں کی بیعت کا شرف حاصل کر کے جماعت میں شامل ہوتے جارہے ہیں۔ خدا سبھی شامل ہونے والے دوستوں کو ثابت قدم رکھے۔ (آمین)

کیا آپ جانتے ہیں؟

- پہلا نوجوان جو مدینہ میں اسلام کے پیغام سے متاثر ہوا اور حلقہ بگوش اسلام ہو گیا حضرت سوید بن الصامتؓ ہے۔
- پہلے صحابی جو مدینہ میں اسلام کے معلم مقرر ہوئے حضرت مصعب بن عمیرؓ ہیں۔
- پہلی مسجد جو مسلمانوں نے ربیع الاول ۱ھ میں تعمیر کی وہ مسجد قبا ہے۔
- پہلی نماز جمعہ رسول اللہ نے ۱۲/ربیع الاول ۱ھ کو مدینہ میں سالم کے علاقہ میں پڑھائی۔
- پہلا قبیلہ مدینہ میں جس نے اجتمائی طور پر اسلام قبول کیا وہ بنی عبدالاشہل ہے۔
- پہلی سرحدی جھڑپ ماہ رجب ۲ھ میں ہوئی۔ جس میں دشمن کا ایک شخص قتل ہوا اور مسلمانوں کو مال غنیمت ملا اور کچھ قیدی بھی ہاتھ آئے سریہ وہ جنگ کہلاتی ہے۔ جس میں رسولِ خدا خود شریک نہیں ہوئے۔
- اسلام میں اذان کا باقاعدہ آغاز ۲ھ میں ہوا۔
- پہلی اذان خانۂ کعبہ میں حضرت بلال حبشیؓ نے فتح مکہ کے موقع پر دی۔
- پہلا جھوٹا مدعی نبوت (جس نے رسول اللہ کے مقابلہ میں خود اپنی نبوت کا دعویٰ کیا) مسیلمہ کذاب ہے۔
- پہلا آزاد اسلامی کیمپ حضرت ابوبصیرؓ اور حضرت ابوجندلؓ نے سمندر کے کنارے مقام میں قائم کیا۔
- پہلا شخص جس نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا حضرت ابوسفیانؓ ہیں اس وقت تک اسلام کے بدترین دشمن تھے۔
- پہلے صحابہ جو غزوۂ بدر میں دشمن کا چیلنج قبول کرتے ہوئے ایک ایک کا مقابلہ کرنے کے لئے پہونچے حضرت علی ابن ابی طالب، حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ بن حارثؓ ہیں۔
- پہلا شاندار خطاب جو رسول اللہ نے اپنے صحابی کو دیا حضرت خالد بن ولید ہیں جس کو **سیف اللہ** کے خطاب سے غزوہ موتہ کے بعد ۸ھ میں نوازا گیا۔

مرسلہ: مولانا عبدالرزاق، مالدہ، بنگال

ملّی سرگرمیاں

(اخبارات کے آئینہ میں)

اذان کے لئے خوش الحان اور متاثر کن افراد کو فوقیت دی جانی چاہئے

نماز کے لئے اذان دینا اسلامی شعار میں سے ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ خوش الحان اور بلند آواز والا شخص اذان دے۔ بھدی و کریہہ آواز والے افراد کو اذان دینے سے بچنا چاہئے تاکہ غیر مسلم افراد اذان سے متاثر ہوں ،متنفر نہ ہوں۔ ان خیالات کا اظہار ایک علمی مذاکرے میں شہر قاضی سید محمد صابر مجددی نے کیا۔ قاضی شہر نے کہا کہ آج ہماری مساجد کا تقدس پامال ہوتا جارہا ہے۔ جہاں آبادی کے سربرآوردہ، تعلیم یافتہ، بڑے عہدیداران اور سیاسی رہنما بڑی مشکل سے جمعہ کی نماز میں نظر آتے ہیں۔ محلے کے ذمہ داران کو امام مسجد کے اہتمام میں اس کے تدارک کی مہم چلانے کی ضرورت ہے۔ جامع مسجد کے امام وخطیب مولانا عطاء المصطفیٰ مصباحی نے اذان کے سلسلے میں کہا کہ اذان کا مقصد لوگوں کو اس بات کی طرف متوجہ کرنا ہے کہ اللہ کے دربار میں ان کا حاضری کا وقت ہوگیا ہے۔ اذان خود ہی ایک عبادت ہے اور یہ بہت ضروری ہے کہ اذان دینے والا شخص کم از کم کبیرہ گناہوں میں ملوث نظر نہ آتا ہو۔ مدرسہ عالیہ کے پرنسپل اور نائب مفتی شہر مولانا عبدالحمید نعمانی نے اس سلسلہ میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ اذان کی ابتداء ہجرت نبوی کے پہلے سال میں ہوگئی تھی۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے اذان کے لئے سب سے پہلے حضرت بلال حبشیؓ کو ہدایت کی۔ اس کا سبب احادیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت بلالؓ نہایت خوش الحان اور بلند آواز تھے۔ لہٰذا اذان کا بنیادی رکن یہی دونوں اجزاء ہیں۔ مدرسہ سنی مرکز نگلہ میواتی کے مہتمم مولانا مدثر خاں قادری نے افسوس ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ افسوس آج ہماری مساجد میں اذان اور مؤذن کی اہمیت اور ان کی صلاحیت کا کوئی اہتمام نہیں۔ بعض مساجد سے اذان کی ایسی بھیانک آواز آتی ہے کہ غیر مسلم چونک جاتے ہیں اور انہیں اذیت پہنچتی ہے۔ یہ نماز اور مسلمانوں کی دینی امامت کا مسئلہ ہے جسے فرد واحد کے انتخاب پر نہیں چھوڑنا چاہئے۔ نائب قاضی شہر اور جمعیۃ اہل حدیث صوبہ مغربی یوپی کے ناظم اعلیٰ محمد اقبال نے کہا کہ جماعت میں مؤذن کی ذمہ داری نہایت اہم ہے۔ وہ وقت کی پابندی کے ساتھ اذان دینے کا ذمہ دار ہے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے مؤذنین اور اور ائمہ کی ان جماعتی ذمہ داریوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ''امام ضامن ہے اور مؤذن امانت دار ہے۔'' مؤذن کی آواز بلند اور خوش الحان ہونی چاہئے جو دور تک سنائی دے۔ آواز من پسند ہوتا کہ اذان سب کی پسندیدہ آواز بن جائے۔ مذاکرہ میں حصہ لیتے ہوئے مدرسہ افضل العلوم کے مفتی عبدالستار قاسمی نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ اذان اور پہلی صف کا کتنا ثواب ہے تو لوگ اس کے لئے قرعہ اندازی کریں۔ انہوں نے کہا کہ فاسق کی اذان سے احتراز ضروری ہے۔ اذان دینے کی اجرت لینا نہیں چاہئے۔ ہاں اگر وہ صفائی، پانی وغیرہ دوسری خدمات بھی انجام دیتا ہو تو اسے اس کی اجرت یا وظیفہ لینے کا پورا حق ہے۔

مسلمانوں کو جہالت کے خلاف جنگ کرنی ہوگی

معروف درسگاہ جامعہ گلزار حسینیہ اجراڑہ میں یوم آزادی کے پرمسرت موقع پر آزادی کی تقریبات نہایت تزک و احتشام اور روایتی شان وشوکت کے ساتھ منائی گئیں۔ یہاں شاندار اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں جامعہ کے تمام شعبوں کے اساتذہ وطلبہ کے علاوہ بڑی تعداد میں اہل بستی نے شرکت کی۔ اسکول کے طلبہ نے قومی ترانہ پیش کیا اور جوش وخروش کے ساتھ اردو، ہندی اور انگلش میں تقریریں کرکے سامعین کا دل جیت لیا۔ اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے جامعہ کے مہتمم مولانا حکیم محمد عبداللہ مغیثی سکریٹری جنرل آل انڈیا ملی کونسل نے کہا کہ ہم اس ضلع کے رہنے والے ہیں جہاں سے حریت وطن کی آواز اٹھی تھی اور پورے ہندوستان میں پھیل گئی۔ ہمیں فخر ہے کہ آزادی کا مرکز یہی ضلع ہے اس لئے ہمارا سر سب سے اونچا ہے ہمیں اس ملک کی مٹی سے پیار ہے، اشفاق اللہ خاں شہید نے کہا تھا کہ میرے کفن میں تھوڑی سی مٹی رکھ دینا تاکہ مجھے سکون ملے۔

ہماری عورتوں نے بھی جنگ آزادی میں برابر کی شرکت کی ہے۔ اپنے بھائیوں، بیٹوں اور شوہروں کو ترغیب دلا کر جنگ کے لئے بھیجا اور شہید ہوجانے پر آہ تک نہ کی۔ آج اتنی ہی لگن اور محنت سے ہمیں جہالت کے خلاف جنگ کرنی ہے۔ جس سے تاریکی دور ہوکر علم کی روشنی آئے۔ مولانا مغیثی نے اپنے خطاب سے قبل پرچم کشائی کی نیز صدارت بھی آپ ہی نے کی۔ اس نشست کے دیگر مقررین میں مولانا سید عقیل احمد قاسمی، مولانا گلزار قاسمی اور اہم شرکاء میں مولانا بشیر احمد قاسمی، مولانا عبدالسمیع قاسمی، مولانا محمد اسلم مظاہری اور ماسٹر سعید الدین ملک قابل ذکر ہیں۔

☆☆☆

عجیب وغریب خبریں

سائنسداں انتہائی چھوٹا ٹرانزسٹر بنانے میں کامیاب

سائنسدانوں نے نیوکلیر کی جسامت کا چھوٹا ٹرانزسٹر بنانے میں کامیابی حاصل کرلی ہے۔اس نئی ایجاد سے نہایت چھوٹے الیکٹرانک آلات کا ایک نیا دور شروع ہوسکتا ہے۔نیویارک کورنیل یونیورسٹی کے سائنسدانوں نے ایسا ٹرانزسٹر بنایا ہے جس میں الیکٹران ایک نیوکلیر سے ہوکر گزرتے ہیں۔عام طور پر ''سلی کون'' سے بننے والے ٹرانزسٹر الیکٹرانکس سرکٹ کا بنیادی جز ہوتے ہیں۔یہ اپنے ذریعہ نکلنے والے برقی رو کو کنٹرول کرتے ہیں۔سائنسداں لمبے عرصے سے ٹرانزسٹر کا سائز چھوٹا کرنے میں مصروف ہیں تاکہ چھوٹے الیکٹرانک آلات بنائے جاسکیں۔اس نئی ایجاد میں سلی کون ٹرانزسٹر کی بجائے کوبالٹ کے ایک نیوکلیر کا استعمال کیا گیا ہے۔

مسلمانوں سے مقابلہ حسن کی مخالفت کی اپیل

ایک بااثر مسلم گروپ نے نائجیریا سے کہا ہے کہ وہ 2002 کا مس ورلڈ مقابلہ حسن منعقد کرنے کا ارادہ ترک کردے، کیوں کہ یہ مقابلہ نومبر میں ہونا ہے اور اس مہینہ رمضان پڑرہا ہے۔شمال مغربی سوکوتو ریاست کے جماعت المسلمین گروپ نے کل مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ اس مقابلہ حسن کی مخالفت کریں۔سوکوتو کے سلطان محمد مجید ملک کے سب سے طاقتور مسلم لیڈر ہیں۔اس گروپ کا کہنا ہے کہ یہ مقابلہ حسن ''عریانیت کی پریڈ'' کے سوا کچھ نہیں اور اس سے نہ صرف یہ کہ بے راہ روی کی حوصلہ افزائی ہوگی بلکہ ایڈز کے خلاف نائجیریا کی جنگ پر بھی برا اثر پڑے گا۔

سوکوتو اور مسلم اکثریت والی بارہ شمالی ریاستوں میں اسلامی شرعی قوانین نافذ کئے گئے ہیں۔گزشتہ تین برسوں میں ان مقامات پر مسلم عیسائی فسادات میں 3000 سے زائد لوگ مارے جاچکے ہیں۔

نائجیریا میں خاتون کو سنگسار کرنے کا فیصلہ

وزیر قانون کا احتجاج

نائیجیریا کے وزیر قانون کا نواوگا بے نے اسلامی شرعی عدالت کی طرف سے ایک خاتون کو سنگسار کرنے کے حکم کی شدید مذمت کرتے ہوئے سزا کو مسترد کردیا ہے۔حکام کے مطابق اس طلاق یافتہ خاتون پر ناجائز بچے کو جنم دینے کا الزام عائد کیا گیا جس پر عدالت نے اس کو سنگسار کرنے کی سزا دی تھی۔بعدازاں مذکورہ خاتون نے اس سزا کو سپریم کورٹ میں چیلنج کیا لیکن اس پر اپیل بھی مسترد کردی گئی۔اس فیصلے کی وزیر قانون نے شدید مذمت کرتے ہوئے اسے غیرانسانی فیصلہ قرار دیا ہے۔

۱۲ کلومیٹر کا گریٹنگ کارڈ صدر جمہوریہ کو پیش کیا جائے گا

ایک نوجوان نے صدر جمہوریہ اے۔پی۔جے عبدالکلام کو پروقار عہدہ پر منتخب ہونے کی خوشی میں ۱۲ کلومیٹر لمبا ایک گریٹنگ کارڈ تیار کیا ہے۔اس گریٹنگ کارڈ پر مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے ۱۸ ہزار افراد کے دستخط ہیں جسے جلد ہی ڈاکٹر کلام کو بھیجا جائے گا۔پانڈیچری کے وزیر تعلیم کے۔لکشمی نارائن نے کل رات یہاں ایک تقریب میں اس نوجوان جیوتی موروگن کے اس جذبے کی ستائش کی۔

دانت میں فٹ ہونے والا موبائل

آج کل لوگ چھوٹے سے چھوٹا موبائل فون رکھنے میں شان سمجھتے ہیں مگر کچھ دن میں ایسا سیل فون بھی آجائے گا جو بالکل نظر ہی نہیں آئے گا اور آپ کی بات بھی کوئی نہیں سن سکے گا۔یہ کوئی جادو نہیں حقیقت ہے۔یہ فون آپ کے منہ کے اندر یعنی دانت میں فٹ کیا جائے گا۔یہ اندر ہی اندر کان سے بھی جڑ جائے گا۔اس کی مدد سے کہیں بھی کبھی بھی فون سنا جاسکے گا۔مگر اس کے لئے ایک چھوٹا سا آپریشن کرنا ہوگا۔دانت کے اندر ننھا سا وائرلیس ریسیور اور ایک بہت ہی چھوٹا حساس آلہ فٹ کیا جائے گا۔موبائل فون کی باتیں دانت سے جبڑے کی ہڈیوں کے توسط سے ڈجیٹل اشاروں کو آواز میں تبدیل کرکے کانوں تک پہنچائی جائے گی۔اس کا سب سے بڑا فائدہ ہوگا کہ آپ کی بات آس پاس کوئی نہیں سن سکے گا۔یہ خفیہ کاموں اور جاسوسی کے لئے کارآمد ثابت ہوگا۔یہ جسم کے اندر سے بات کرنے والا پہلا آلہ ہوگا اسے جیمس آجر نے تیار کیا ہے۔

چینی طبی ماہرین نے مصنوعی جگر مشین تیار کی

چین کے ڈاکٹروں نے ہپٹائٹس اور سروسس کے امراض سے بچاؤ کے لئے مصنوعی جگر مشین بنائی گئی ہے۔مصنوعی جگر مشینوں سے متعلق ایک مذاکرہ میں حصہ لے رہے ماہرین نے بتایا کہ مصنوعی جگر ٹرانس پلانٹ شدہ گردے کی طرح ہی کام کرے گا۔چین کی آبادی کا ایک بڑا حصہ ہپٹائٹس کی بیماری میں مبتلا ہے اور اس کے تقریباً 100000 لوگوں کے جگر پوری طرح سے خراب ہوچکے ہیں۔

☆☆☆

آپ کے خطوط و آراء

جناب مفتی ممتاز عالم صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں اس رسالہ کو دیکھ کر بہت الجھا ہوا رہتا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے بتائیں کہ رسالہ ماہنامہ چودھویں صدی کے نکالنے کا مقصد کیا ہے؟ میں آپ کا بہت شکر گذار رہوں گا۔ والسلام

محمد شعیب، تیندوا، رائے بریلی

جواب: محترم! ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ نے رسالہ کا نظر عمیق سے مطالعہ نہیں فرمایا ہے۔ آپ رسالہ کا مطالعہ فرمائیں، آپ خود بخود رسالہ ''چودھویں صدی'' کے نکالنے کا مقصد سمجھ جائیں گے۔ ویسے جب آپ نے یہ سوال بھیجا ہی ہے تو جواب دینا ہمارا فرض بھی ہے۔ اس رسالہ کو شائع کرنے کا مقصد ''اشاعت اسلام'' ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس رسالہ کے ذریعہ سماج کی اصلاح اور ملت کے اندر اتحاد و اتفاق پیدا ہو۔ اور لوگوں کے سامنے اسلام کی صحیح تصویر واضح ہو سکے۔

☆☆☆

مکرمی تسلیم!

ایک دوست کے ذریعہ ماہنامہ ''چودھویں صدی'' کے بارے میں معلوم ہوا۔ آپ سے گزارش ہے کہ بطور نمونہ نیا شمارہ اوپر دئے گئے پتہ پر بھیجنے کی زحمت فرمائیں۔ شکریہ

خورشید عالم، ذاکر نگر، دہلی

جواب: انشاء اللہ ستمبر کا شمارہ بطور نمونہ آپ کے پاس ضرور روانہ کیا جائے گا۔

☆☆☆

جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تازہ شمارہ (جون، جولائی) پیش نظر ہے۔ یہ شمارہ سرور کائنات ﷺ کی سیرت طیبہ پر مثالی ہے۔ اس کی افادی حیثیت مسلم ہے میں نے اس کو محفوظ کرلیا ہے پچھلا شمارہ ماہ اپریل، مئی ۲۰۰۲ء کا بھیج دیں، مہربانی ہوگی۔ انشاء اللہ میں پھر آپ سے مستقبل قریب میں رابطہ کروں گا۔ باقی کل خیریت ہے۔

طالب خیر

شکیل الرحمٰن، بھاگلپور (بہار)

جواب: ماہ اپریل و مئی ۲۰۰۲ء کا شمارہ حاضر خدمت کیا جارہا ہے۔

☆☆☆

مکرمی ایڈیٹر ماہنامہ چودھویں صدی دہلی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماہ اگست کا شمارہ باصرہ نواز ہوا۔ رسالہ پہلے سے زیادہ معیاری اور معلوماتی ہے۔ رسالہ کا انداز ہی کچھ ایسا ہونا چاہئے کہ صرف ایک طبقہ کے لئے مخصوص نہ ہو۔ بلکہ ہر خاص وعام کے لئے ہو۔ اس بار جو آپ نے انداز اپنایا ہے اس سے محسوس ہوتا ہے کہ نوجوانوں کی دلچسپی کا سامان اور سرکولیشن میں اضافہ کا ضامن ہوگا۔ قرآن و حدیث کا کالم اگر شروع کردیں تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ رسالہ کی کامیابی کی ضمانت ہوگا۔ طبی کالم شروع کرکے آپ نے اپنی فہم وفراست کا ثبوت پیش کیا ہے۔ اس میں کچھ اور بھی کالم مخصوص کریں، جیسے عورتوں کے لئے، بچوں کے لئے، تو رسالہ اور بھی دلچسپ ہوگا۔ یوں تو سارے مضامین قابل قدر ہیں مگر ڈاکٹر قائم الاعظمی کا مضمون ''سائنس کی ایجاد و ترقی میں مسلمانوں کا حصہ'' نے دل و دماغ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا کہ جو ایجادات مسلمانوں کی ہیں اسے غیروں نے اپنا کر بلندی حاصل کرلی اور ہم نے ایک دوسرے کا دامن گیر ہونے میں اپنا وقت ضائع کردیا اور تنزلی کے عمیق گڑھے میں جا گرے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسالہ کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ (آمین) فقط والسلام مع الکرام

ثاقب ضیاء، غازی آباد (یوپی)

جواب: آپ کی کرم فرمائی کا بے حد شکریہ! آپ کے مشوروں پر انشاء اللہ ضرور عمل کیا جائے گا۔ آپ نے ہماری جو حوصلہ افزائی فرمائی ہے اس کے لئے ادارہ آپ کا ممنون و مشکور ہے۔

☆☆☆